

مولانا طارق جمیل کے بیانات پر علماء دیوبند کا جمود شکن تبصرہ

فَتْحُ الْهَادِي فِي تَمْيِيزِ كَلِمَةِ الْهَادِي

الْمُلَخِّصُ
مفتی ظہور احمد جلالی



إِذْ أَوْفَىٰ أَشْعَثُ الْعِيسَىٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الانتساب

ہر لمحہ جرنیلی انداز میں خدمت عوام میں مصروف و سرگرم

پنجاب کے ہر دلعزیز خادم اعلیٰ

میاں شہباز شریف صاحب

کے نام

جو کہ مولانا طارق جمیل کے خطباتِ دل پذیر سن کر گرویدہ ہو کر

آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔

اس توقع پر کہ وہ علماء دیوبند کے تاثرات سے آگاہ ہو کر آزر دہ و دل گرفتہ

ہونے کی بجائے مولانا کو ان کی لغویات و خطبات مؤہنہ لکھنا یہ تعالیٰ سے توبہ

کی تلقین فرمائیں گے۔

اگر وہ توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو علماء دیوبند سے ہی فتاویٰ لے کر تو اس نفس پرست

کے خلاف تعزیری و تادیبی کارروائی کرنے میں شرم محسوس نہیں فرمائیں گے۔

ۛ گر قبول افتد ز ۛ عز و شرف

ظہور احمد جلالی

12-03-2011

حسب الارشاد

ابن اسد اللہ الغالب ضیغم اسلام

حضرت علامہ مولانا قاری

سید محمد عرفان شاہ مشہدی
زید مجتہد صاحب

مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

خصوصی کاوش

محترم جناب قاری محمد مبشر حسین نقشبندی

0333-4655574

محترم جناب قاری محمد اقبال سعیدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

پیش نظر کتاب در حقیقت کوئی مستقل تالیف نہیں ہے بلکہ حال ہی میں چھپنے والی کتاب کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من ابس الحق بالا باطیل کی تلخیص ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کتاب میں درج ایک ضروری اور انتہائی اہم مسئلہ فتوائے حسام الحرمین کی اصل حقیقت کا بیان ہے اور آخر میں اکابر علماء دیوبند کے بعض خطوط کی فوٹو کاپیاں ہیں جن کو ہم نے یکجا کر دیا ہے۔

کتاب کلمۃ الہادی علماء دیوبند کے امام الوقت مولوی ابو الزاہد سرفراز خان گکھڑوی المتوفیؒ کے مایہ ناز شاگرد معروف اہل قلم عیسیٰ خان آف سانسہ المعروف سانسہ صاحب کی وہ جامع تالیف ہے جس میں مصنف نے اس دور کی اصلاح و تبلیغ کی عالمی تحریک تبلیغی جماعت میں پائے جانے والے بعض امور کی نشاندہی انتہائی عمدہ انداز میں کی ہے۔

۱۔ جہاد بالسیف والی آیات و احادیث تبلیغی جماعت پر منطبق کر کے تحریف معنوی کرنا۔

۲۔ مثلاً تبلیغی جماعت جب اہلسنت و جماعت درود و سلام والوں (بقول سانسہ صاحب بریلویوں) کی مسجدوں میں جاتے ہیں تو ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں جو کہ دیوبندیوں کے شیخ الکل کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں ہوتی ہی نہیں ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۷۱ کلمۃ الہادی ص ۲۱۱ فتح الہادی ص)

تبلیغی جماعت والے ان مساجد میں منعقدہ پروگراموں و محفل ختم و گیارہویں

شریف ختم شہداء کر بلا محفل میلاد شریف وغیرہ میں شریک بھی ہوتے ہیں جب کہ مولانا الیاس بانی تبلیغی جماعت کے استاذ الحدیث اور شیخ الکل کے نزدیک کسی صورت بھی جائز نہیں حتیٰ کہ جس محفل میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو اور بالکل صحیح احادیث طیبہ بیان کی جائیں تب بھی محفل میلاد شریف ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶)

حتیٰ کہ ان کا مشہور فتویٰ ہے کہ محفل میلاد جنم کنہیا کی طرح ہے۔ اس فتویٰ کی بناء پر ملت اسلامیہ کے جمہور علماء نے ایسے شیخ الکل پر لعنتوں کی بارش برسا رکھی ہے اتنے شدید و گریہ فتویٰ کے ہوتے ہوئے تبلیغی جماعت محافل میلاد میں شریک ہوتی اور میلاد شریف کا لنگر لگاتی ہے۔

۴۔ مصنف کتاب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت نے لوگوں کو ساتھ ملانے کے ذوق میں علماء دیوبند کے فتوؤں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک رکھا ہے اور اپنے اکابر کو ان کی قبور میں اذیت پہنچانا کار ثواب سمجھے ہوئے ہیں۔

۵۔ بالخصوص اس دور کے تبلیغی جماعت کے عالمی مبلغ مولانا طارق جمیل کے خطبات میں بہت سارے امور قابل توجہ ہیں۔

۶۔ نیز اکابر علماء دیوبند پر حرمین شریفین کے علماء ذی شان کے فتاویٰ کی بنیاد کیا ہے اس کو بھی موصوف (سانسی صاحب) نے ذکر کر کے مولانا طارق جمیل کے بعض بیانات کی حقیقت واضح فرمائی ہے۔

۷۔ نیز مشہور فتویٰ تکفیر کے موضوع پر جس انداز میں گکھڑوی کا نے قلم چلایا ہے۔ اور علماء دیوبند سے داد تحسین پائی ہے اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

چونکہ کتاب کافی ضخیم تھی تو ہم نے اس کی تلخیص پیش کر دی ہے۔ ہم نے کتاب کے ہر ہر جملہ کلمہ حرف بلکہ نقطہ تک کو اصل حالت میں رکھا ہے کیونکہ ہم نے مقصود عبارت کی فوٹو کاپی لگا دی ہے۔ نیز مقصود جملہ سے ایک لائن پہلے یا کم از کم اس پوری سطر کو لگا دیا ہے جس میں مقصود عبارت شروع ہوتی ہے تاکہ کسی شخص کو سیاق و سباق کا مغالطہ نہ لگ سکے۔

کتاب کلمۃ الہادی: اس بناء پر اور زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے کہ اس پر پندرہ عدد جدید علماء دیوبند بالخصوص علماء دیوبند کے سرخیل اور امام الوقت ابو زہرہ سرفراز لکھنوی کی تقریظ بھی موجود ہے جو ان کے خلف بیٹے اور شاگرد نے لکھ کر اپنے والد اور استاذ کی خدمت میں پیش کر کے توثیق کروائی ہے۔

آخر میں ہم نے مولانا طارق جمیل کی دعا کے بعض ایسے جملے کیسٹ سن کر شامل کئے ہیں جن کو سانس صاحب نظر انداز کر گئے ہیں چونکہ ان جملوں کا تعلق تقدیس الہی اور تنزیہ باری تعالیٰ کے ساتھ تھا اور اکابر علماء دیوبند پہلے ہی تقدیس و تنزیہ باری تعالیٰ کے معاملہ میں ٹھوکریں کھاتے اور منہ چھپاتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی لئے سانس صاحب نے اس دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے سے گریز کرنے میں مصلحت دیکھی ہے تاہم ہم نے اسے بھی کتاب کی افادیت کے پیش نظر ذکر کر دیا ہے۔

یہ ضروری امور ہیں جن کو آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ سانس صاحب نے کتاب کا نام کلمۃ الہادی رکھ اپنی تعالیٰ اور فرعونیت کا جو مظاہرہ کیا ہے وہ اصحاب بصیرت سے مہر و لہذا الحمد مقصد صرف اصلاح احوال و فکر اور ترویج عقائد صحیحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور سعادت دارین کا ذریعہ بنائے۔

آمین آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
جسیم الانبیاء وعلیٰ آلہم واصحابہم اجمعین۔

الفقیر

ظہور احمد جلالی

دارالعلوم محمدیہ اہل سنت

مانگا منڈی ضلع لاہور

تقریظات

محی السنۃ حضرت الاستاذ الشیخ

مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب خلدت ظلالہ

استاذی المکرّم، فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب گورمانی زید مجدہم نے حضرت مولانا محمد طارق جمیل صاحب مدظلہ کے بعض تقریری و درسی بیانات کو مذہب اہل السنۃ والجماعت، مسلک علماء دیوبند اور تاریخی حقائق و واقعات کے خلاف جانتے ہوئے ان پر خالص علمی انداز میں ایک تفصیلی مضمون تحریر فرمایا جو تقریظ و اصلاح کے لیے شیخ مکرم سیدی و سندی و مرشدی و مولائی و استادی حضرت والد محترم شیخ القرآن و الحدیث، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ حضرت شیخ مدظلہ نے ضعف و نقاہت کی وجہ سے وہ مضمون احقر کے پاس بھیج دیا کہ اسے اچھی طرح دیکھ کر اس پر کچھ تحریر کر دو۔ اگر مناسب ہو تو وہ تحریر مضمون کی صورت میں لکھ کر مولانا طارق جمیل صاحب کو ارسال کر دی جائے تاکہ اتمام حجت بھی ہو جائے۔ چنانچہ یہ مکتوب حضرت شیخ مدظلہ کے حکم پر تحریر کیا گیا اور اس کا مکمل مضمون حضرت شیخ مدظلہ کو سنایا گیا۔ اب ان کے حکم اور اجازت سے مولانا محمد طارق جمیل صاحب مدظلہ کو ارسال کیا جا رہا ہے اور حقیقتاً یہ استاذی المکرّم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ کے مضمون پر حضرت شیخ مدظلہ کی طرف سے تائید و تقریظ ہے۔

(مولانا عبدالحق خان بشیر)

فخر الامثل والا فاضل الناطق بالشواہد والدلائل

جناب پروفیسر غلام رسول عدیم صاحب ادام اللہ فضلہ

زیر نظر کتاب ”کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل“ اسلامی لٹریچر میں ایک خوب صورت اضافہ ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی مدظلہ العالی دینی علوم میں گہری بصیرت کے حامل ہیں۔ ان کا تفقہ فی الدین مسلم ہے۔ گزشتہ ادوار کے مسائل اور فقہائے کرام کی ژرف نگاہی ان کے سامنے ہے۔ قرن اول سے عصر حاضر تک کے پیش آمدہ مسائل کی نظیریں بحیثیت مفتی ان کی نگاہ میں ہیں۔ ان کا اصل میدان ہی میدان افتاء ہے، تاہم وہ تفسیر و علوم حدیث و علوم حدیث میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ اصل منابع سے اخذ و استفادہ ان کے مزاج کا حصہ ہے۔

اس علمی وجاہت کے ساتھ ساتھ ان کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین متین کی پیش کردہ توانا سچائیوں کے ابلاغ کے لیے بے پناہ تڑپ ہے۔ جہاں کہیں دین خالص میں کسی جہت سے رخنہ اندازی کا شائبہ تک بھی محسوس ہوا، ان سے رہانہ گیا۔ سیماب دار علمی و شرعی محاسبے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ یہ کام نہ دنیوی شہرت و نمائش کے لیے کرتے ہیں اور نہ ہی حصول جاہ و منزلت کے لیے۔ نہ لومۃ لائم کی فکر نہ مفادات عاجلہ و آجلہ کی پروا۔ وہ صرف اور صرف دینی حمیت کے جذبے کے تحت رضائے الہی کے حصول کے لیے اس پیرانہ سالی میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور استقلال و استقامت کا کوہ گراں بن کر عقائد زائفہ کا ابطال کرتے ہیں۔

مولانا طارق جمیل کی تقاریر و مواعظ پر ان کی علمی گرفت بھی مضبوط ہے اور شرعی نقطہ نگاہ سے کوتاہ فکریوں، غلط اندیشیوں اور کم فہمیوں کا مواخذہ بھی بڑا جاندار ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بقول علامہ اقبالؒ

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب

مگر لذت شوق سے بے نصیب

خطابت ایک فن ہے۔ علمیت، دینی بصیرت، مسائل عصر حاضر کے لیے فقہی گہرائی اور گیرائی بالکل دوسری شے ہے۔ واہ واہ کی غوغا آرائی میں ٹوکروں داد وصول کرنا اور بات ہے اور شرعی تقاضوں کے پیش نظر علمی و فکری ترازو میں بات کو تول کر بولنا اور بات ہے۔ ان بولوں کو اللہ کی میزان میں تول لا جائے گا۔ یوں ہی ہوا میں تحلیل نہیں ہو جائیں گے۔ والوزن یومئذ الحق (۶:۷)

حضرت مفتی صاحب نے پر زور استدلال سے ثابت کیا ہے کہ اسلامی تعلیمات جاہلوں کی خوش گمانیوں اور کچے کچے علم کے لوگوں کی خوش خیالیوں سے نہیں، اہل علم کی علمی بصیرتوں سے پروان چڑھتی، پھلتی پھولتی اور پھیلتی رہی ہیں۔ مساجد کی عباداتی فضاؤں اور مدارس کی بھرپور علمی و فکری و استدلالی قوتوں سے یہ نخل ہر بار ہا اور پورے عالم میں اپنے انثار شیریں بکھیرتا رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے شب و روز گرویدگان تشہیر، مشتاقان تقریر اور دل دادگان تصویر کے برعکس تحقیقی و علمی کاوشوں میں بسر ہوئے ہیں۔ وہ نہایت خاموشی سے خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ زیر نظر کتاب میں انھوں نے مخالف کے Thesis کا زوردار طریقے سے Anti-thesis پیش کیا ہے۔ اس پس محض عقیدے ہی کو دخل نہیں، اس کے پس منظر میں بے پناہ استدلال، قرآن فہمی، حدیث کے لٹریچر کے رموز و غوامض پر مکمل دسترس، تاریخ سے استناد اور فقیہانہ جزئیات رسی کا بحر زار ٹھانٹیں مار رہا ہے۔

ہر منصف مزاج شخص کتاب کے محتویات و مافیہا کو پڑھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا۔

جو دریا جھوم کے اٹھے ہیں تنکوں سے نہ ٹالے جائیں گے

کتاب کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے، زبان و بیان میں سنجائی اور شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اسلاف کی دینی بصیرت پر اعتماد، ماضی سے پیوستگی، حال سے بھرپور آگہی اور مستقبل کے اندیشہ فردا کا داعیہ بھی اس کتاب کے اختصا صات میں سے ہیں۔

فی الجملہ یہ کتاب محض جواب آں غزل نہیں، بلکہ مولانا طارق جمیل کے تقریری بیانات اور خطیبانہ لب و لہجے سے پیدا شدہ عقیدوں اور عقیدتوں کے فساد کی ڈولتی کشتی کے لیے ایک پتوار کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ساحل مراد تک رسائی کی سہولت ہو گئی ہے۔

— ۳ —

العالم النبیل والفاضل الجلیل مولانا فضل محمد یوسف زئی دام مجدہ
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده

اما بعد: مولانا طارق جمیل صاحب پاکستان میں تبلیغی جماعت کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں اور تبلیغی جماعت میں عالمی شہرت یافتہ بھی ہیں جن کا ہر قول و فعل تبلیغی جماعت کے کارکنوں کے لیے سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنے مدرسہ میں اپنے طلباء کے سامنے مختلف درسوں اور بیانات میں مختلف موضوعات پر کھلی باتیں کی ہیں۔ یہ بیانات ریکارڈ ہو چکے ہیں اور کیسٹوں میں موجود ہیں۔ ان بیانات میں بہت ساری قابل گرفت باتیں کہی گئی ہیں جن کا مواخذہ گوجرانوالہ کے جید عالم دین اور مشہور مفتی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے کیا ہے اور ساتھ ساتھ اس کا جواب بھی دیا ہے۔ میں نے اس مسودے کو دیکھا ہے۔ واقعی اس میں قابل گرفت اور مایوس کن مواد موجود ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے بردقت اور بر محل اس کا بہتر مواخذہ کیا ہے۔ اور "لا یخافون لومة لائم" کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے گروہ بندی سے بالاتر ہو کر محض اصلاح کی غرض سے دین کا دفاع کیا ہے جو علماء حق علماء دیوبند کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر مسلمان کیلئے اسلام کا تقدس ہر چیز سے مقدم ہونا چاہیے۔ اور دین اسلام کے آئینہ میں ہر مسلمان کو اپنا چہرہ درست کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اپنے چہرہ کے

آئینہ میں دین اسلام کو سمجھنے کی کوشش شروع کی جائے۔

تبلیغی جماعت کے اکابر و اصغر کو چاہیے کہ وہ اپنے بیانات کے ذریعہ سے دین اسلام کو تختہ مشق نہ بنائیں اور نہ اس دین مقدس کو لا وارث سمجھیں، کیونکہ اس دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیبی مضبوط نظام موجود ہے تاریخ گواہ ہے کہ دین اسلام کے اس مبارک نظام کے مقابلے میں بڑے بڑے فتنے کھڑے ہوئے مگر اس حفاظتی مضبوط غیبی نظام کے سامنے وہ فتنے قصہ پارینہ ہو کر رہ گئے لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم ہو کہ وہ دین اسلام کی خدمت قرآن و حدیث کے ارشادات کے مطابق اور سلف صالحین کے نقش قدم کی روشنی میں کرے تاکہ دنیا و آخرت میں آدمی اللہ تعالیٰ کے اس مضبوط غیبی نظام کے غیظ و غضب سے بچ سکے اور ترقی کے بعد زوال کا شکار نہ ہو جائے۔

”وما ارید الا اصلاح و ما علینا الا البلاغ“

فضل محمد غفرلہ یوسف زئی

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ

بنوری ٹاؤن کراچی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

مطابق ۱۲۰ اپریل ۲۰۰۹ء

— ۴ —

الحجۃ الفقیہ و العالم النبیہ حضرت مولانا حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

خضدار، بلوچستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کافی عرصہ سے تبلیغی جماعت کو قریب سے دیکھنے اور سننے کا موقع ملا تو محسوس ہوا کہ مروجہ تبلیغی جماعت اہل سنت و جماعت کے مسلک و مزاج اور اصولوں سے منحرف ہوتی جا رہی ہے اور اس کی غلط تاویلات اور تجاوزات کی نشان دہی کرنے والا کوئی نہیں۔ یا اللہ! کوئی ایسا مجاہد پیدا فرما جو امت مسلمہ کو اس بڑے فتنے سے آگاہ کرے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ، اللہ پاک حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب مدظلہ جیسے عالم، مفکر اور محقق کو سامنے لائے اور دین مبین کے معاملے میں ایسی جرات عطا کی کہ انھوں نے ایک عظیم الشان کتاب ”کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل“ کے نام سے شائع کی۔ انھوں نے امت مسلمہ پر احسان کے ساتھ ساتھ اللہ پاک کے فرمان کو پورا کر کے اس کی رضا کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس پر میں پہلے اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور پھر میں مفتی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس دور میں جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذکورہ کتاب شائع کی۔

یقیناً حق کو ظاہر کرنے کی وجہ سے آنجناب پر آزمائشیں آئی ہوں گی اور آئیں گی بھی، مگر ان پر استقلال کے ساتھ صبر کرنا ہوگا کیونکہ آزمائشیں اللہ والوں ہی کے لیے ہیں اور جو اللہ سے جتنا دور ہے، وہ بظاہر مسرور ہے۔ وسائل کی فراوانی انھی کو حاصل ہے

جو دین مبین کے لیے کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ عجیب کشمکش کا دور ہے۔ تجربے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حق پر چلنا، حق کہنا، حق لکھنا اس دور میں جتنا مشکل ہے، شاید اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ اس دور میں ایمان پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ آگ کا انگارا ہتھیلی پر رکھنا۔ جب تک انسان میں خود احتسابی کا احساس پیدا نہ ہو، تب تک نہ وہ خود حق پر چل سکتا ہے، نہ دوسروں کو چلا سکتا ہے۔ یہی احساس تھا جس نے مفتی صاحب کو اس کتاب کی تالیف کے لیے مجبور کیا۔ دعا ہے کہ اللہ انھیں مزید حق کہنے اور حق لکھنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین

باقی رہی بات خود کتاب کی تو میں نے اسے اول سے آخر تک پڑھا اور سمجھا تو یہ کتاب جس کا نام ”کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل“ رکھا گیا ہے، احسن انداز سے مروجہ تبلیغی جماعت کی غلط تاویلات و تجاوزات کو شرعی دلائل کے ساتھ رد کرتی ہے۔ یہ کتاب مروجہ تبلیغی جماعت کی دینی و فکری اور اعتقادی کمزوریوں پر پورے انصاف، دیانت، جرات اور حق پسندی کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب جماعتی اور علاقائی عصبیت سے بے نیاز ہو کر محض حق برائے حق کی تلقین کرتی ہے۔ یہ جھوٹی مصلحتوں اور مصنوعی حکمتوں کا لبادہ اوڑھنے کے بجائے مشکل سے مشکل حالات میں بھی کلمہ حق کا فریضہ ادا کرتی ہے۔

مجھے معاف کیجیے، شاید میرے علم و مطالعہ کی کمی ہو، اس وقت بہت سی کتابیں مروجہ تبلیغی جماعت کی کمزوریوں پر میری نظر سے گزری ہیں، مگر نامکمل۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو خود احتسابی کا نتیجہ لگتی ہے، جو معرفت حق کا درس دیتی ہے، جو انصاف کے باب میں جماعتی امتیاز کی قائل نہیں، جو اتنی بڑی دعوتی جماعت کہلانے والی جماعت کی کمزوریوں کی نشان دہی اور احتساب کرتی ہے، جو لومۃ لائم کی پروا نہیں کرتی، جو قرآن کریم کی شان کو بڑھاتی ہے اور قرآن کریم کی شان پر چوٹ نہیں آنے دیتی، جو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی ناموس پر آنچ نہیں آنے دیتی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا ضروری سمجھتی ہے اور اس پر چلنے والے کو ایمان و یقین والا قرار دیتی ہے، بنی اسرائیل کے اسوہ میں جھانکنے کو مصلحت یا حکمت سمجھنے والے کے دانت کھٹے کرتی ہے۔ یہ کتاب حقیقی اور غیر حقیقی امور میں امتیاز پیدا کرنے کا شعور پیدا کرتی ہے اور آفاق سے زیادہ نفس پر نگاہ رکھتی ہے۔

یہ ہیں اس کتاب کی خصوصیات و امتیازات اور اغراض و مقاصد۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو اس عظیم کارنامے کا بدلہ اپنے شایان شان عنایت فرمائیں اور اس سے وابستہ تمام حضرات کو بھی۔ آمین یا رب العالمین۔ فقط

میں نے طارق جمیل کے اس اجمالی رجوع کا بغور مطالعہ کیا ہے اور ان کی غلط تاویلات اور مغالطات کا اس سے موازنہ کیا۔ مجھے ایسا لگا کہ طارق جمیل نے رجوع ہی نہیں کیا، کیونکہ اسے یقین نہیں ہے کہ میرے ان دروس سے عقیدہ باطلہ ابھر رہا ہے۔ وہ شک کی زبان استعمال کرتے ہوئے رجوع کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر میرے اس درس سے کچھ مختلف تاثر ابھرے تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور آئندہ پوری احتیاط کروں گا، لہذا یہ رجوع کافی نہیں۔ اس کو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ میرے مختلف دروس سے عقائد باطلہ کا تاثر ابھرتا ہے۔ واقعی میں نے یہ جملے سہواً یا عمداً استعمال کیے ہیں جس سے مسلمانوں کے عقائد پر بہت برا اثر پڑا ہے اور آئندہ چل کر بھی پڑے گا، لہذا میں ان جملہ غلط تاویلات اور مغالطات کو جہاں بھی پہنچ چکے ہیں، ختم کرنے کی درخواست کرتا ہوں اور میں ان جملوں کو باطل سمجھتے ہوئے ان سے رجوع کرتا ہوں اور آئندہ وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے غلط جملے اپنی تقاریر یا دروس میں استعمال نہیں کروں گا اور نہ میرا یہ عقیدہ ہے، نہ مسلمانوں کو اس کی ترغیب دوں گا، نہ ہی مسلمانوں کے جذبات کو آئندہ اس طرح مجروح کروں گا۔ ورنہ یہ مذکورہ بالا رجوع ایک وقت کو ٹالنا ہے۔

حسین شاہ ولد عبدالقادر شاہ

سابق مدرس مدرسہ عربیہ خضدار

وسابق مدرس گورنمنٹ ہائی اسکول، خضدار بلوچستان

۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ / ۲/ اگست ۲۰۰۹ء

الجناب المستطاب صاحب القلم والخطاب

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی ایم۔ اے

مرکزی جامع مسجد حویلیاں ہزارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت المحترم زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید بعافیت

شفیق مکرم جناب مولانا محمد صدیق صاحب مہتمم جامعہ رشیدیہ احمد پور راولپنڈی نے آپ کی علمی، تحقیقی اور منفرد کتاب ”کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالاباطیل“ کا مسودہ برائے مطالعہ و تبصرہ ارسال فرمایا تو ملتے ہی دیگر جاری مصروفیات معطل کر کے پڑھنا شروع کر دیا اور ایک ہی طویل نشست میں تمام کر لیا۔ جوں جوں پڑھتا جاتا تھا، توں توں آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی جاتی تھیں۔ آپ نے جس عرق ریزی اور محنت سے ابتداءً معترض کی شیعہ نوازی اور اہل باطل کی طرفداری پر مبنی عبارات مختلف کیسٹوں سے یکجا اور مرتب کر کے اپنے تعارفی خط سمیت اکیس صفحات پر مشتمل ”چارج شیٹ“ یا ”فرد جرم“ ملک بھر کے علماء کرام کی خدمت میں ارسال فرمائی، وہ یقیناً آپ جیسے باہمت مرد میدان کا ہی حصہ تھا۔

اگرچہ اس ”فرد جرم“ کا جواب اپنے اپنے طور پر اور اپنے اپنے انداز میں دیگر علماء کرام بالخصوص مولانا مفتی عبدالواحد صاحب اور مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے دیا ہے، مگر اس کے باوجود اس ”فرد جرم“ کا جواب علماء دیوبند پر بصورت ”دین“ باقی تھا۔

سابقہ محنت کے پیش نظر آپ اس کے ”اہل“ بھی تھے اور ”حق“ بھی۔ الحمد للہ آپ نے علماء دیوبند کی طرف سے ”مع احسان“ یہ قرض چکا دیا۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم کاوش کو اپنی جناب میں قبول و منظور فرمائے اور ان سے وابستہ تمام احباب کی طرف سے احسن احسن جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے علم، عمل اور عمر میں برکت دے، آمین یا اللہ العالمین بحرمۃ سید المرسلین۔

آپ کی اس محنت و جانفشانی کی قدر و قیمت کا صحیح انداز وہی کر سکتا ہے جو خود بھی ان اعصاب شکن اور صبر آزمایہ مراحل سے گزرا ہو جن سے آپ گزر رہے ہیں۔ عصر حاضر میں ”بت پرستی“ کی فبیج ترین صورت ”شخصیت پرستی“ ہے۔ اس طرح کے ماحول میں ایسے اعصاب شکن مراحل سے کچھ تھوڑا بہت گزر میرا بھی ہوا ہے، اس لیے میں اس راہ کی مشکلات سے واقف و آگاہ ہوں۔ اسی لیے آپ کی ہمت و جرات اور محنت و مشقت کی داد دیتا ہوں۔

مکرر دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

و یرحمہ اللہ عبداً قال آمینا

جملہ احباب کو سلام مسنون

والسلام مع غایت الاحترام

دعا گو و دعا جو

قاضی محمد طاہر الہاشمی

۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

۴ مئی ۲۰۰۹ء

المہم بالرشد والهدى، الفاتر بالفتح والمراد

حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب نفع اللہ بہ عبادہ

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

بسم اللہ حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب مدظلہ اور ان کے ساتھیوں کی جانب سے مولانا طارق جمیل صاحب کی کچھ تقریروں کی نقل موصول ہوئی۔ اس پر انھوں نے ہماری رائے بھی مانگی ہے۔ ہمارے ساتھیوں نے CD پر اصل تقریر کو تحریر سے ملایا تو مطابق پایا۔ اس پر ہم نے چیدہ چیدہ امور میں مولوی طارق جمیل صاحب کی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے اور ساتھ میں حق بات کو بھی بیان کیا ہے۔

مولانا الیاس کے چلائے ہوئے کام کو ہم اپنا کام سمجھتے ہیں، لیکن مولوی طارق جمیل صاحب کی علمی و عملی بے اعتدالیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس طرح کے نادان دوستوں کی وجہ سے تبلیغ کے کام پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو گیا ہے۔ اس لیے اگرچہ ذہن میں کچھ لکھنے کا پہلے سے پروگرام تھا، لیکن اب جبکہ ایک سنجیدہ حلقے کی طرف سے مولوی طارق جمیل صاحب کے فرمودات کی نقل بھیجی گئی تو بنام خدا اللہ بن النصبۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تحت مولوی طارق جمیل صاحب کی بے اعتدالیوں کو کھولا

ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ باوجود عالم ہونے اور پھر مبلغ اسلام ہونے کے مولانا طارق

جمیل صاحب اپنی ایک دو تقریروں میں ہی اتنی بہت سی غلطیاں کر گئے اور غلط باتیں کہہ گئے، گویا وہ اہل سنت کے عالم ہی نہیں۔ اگرچہ بعد میں ان کی طرف سے بہت کچھ پس و پیش کے بعد رجوع کا دعویٰ کیا گیا جو ایک دین دار عالم کو اول مرحلے میں ہی کر لینا چاہیے تھا، ان کی غلطیاں بھی دلائل کے ساتھ سامنے آنی چاہئیں تھیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مولانا طارق جمیل صاحب پر بلا وجہ ہی اعتراضات کیے گئے۔ یہ کوشش اور لوگوں نے بھی کی، لیکن حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی مدظلہ اس اعتبار سے فائق ہیں کہ اول انھوں نے اعتراضات کی ذمہ داری بھی اٹھائی اور کتاب کی صورت میں مولانا طارق جمیل صاحب کی غلطیوں کو دلائل سے ثابت کیا اور سلجھے ہوئے علمی انداز میں اہل حق کی بات کو واضح فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب کی کتاب اس قابل ہے کہ نہ صرف علما، طلباء بلکہ عوام بھی اور بالخصوص تبلیغی حضرات اس کو پڑھیں اور حق و باطل میں امتیاز کریں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور نافع خلائق بنائے۔ آمین

تبلیغ کے ذمہ دار حضرات سے استدعا ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، سنجیدہ محتاط طرز عمل اختیار کریں اور مولوی طارق جمیل جیسے جو شیلے لیکن غیر محتاط حضرات کو بے اعتدالیوں سے روکیں، ورنہ یہ کام کو بھی اور کام کے ذمہ داروں کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

عبدالواحد

جامعہ مدنیہ لاہور

۲۷ شوال ۱۴۳۰ھ

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول

حضرت شیخ مولانا محمد سردار مدظلہ العالی
ٹل، ضلع ہنگو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ العالی نے مولانا طارق جمیل کی بعض غلطیوں کی اہل سنت و جماعت کے مسلک کے موافق اصلاح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس عظیم کاوش کا دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ مفتی صاحب نے مولانا طارق جمیل کے جو اقوال نقل کیے ہیں، اگر واقعاً درست ہیں تو بندہ مفتی صاحب مدظلہ کی تائید کرتا ہے کہ جس قول پر انھوں نے رد کیا ہے، وہ قول واقعاً قابل رد ہے، صحیح نہیں اور اس کی اصلاح میں جو جواب لکھا ہے، وہ بالکل صحیح اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کے موافق ہے۔ مثلاً جماعت میں تبلیغی نصاب کے مقابلے میں درس قرآن کی غیر اہمیت اور حاجی عبد الوہاب صاحب کا حضرت لاہوریؒ پر طعن کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں اگر ان میں ہیں تو یہ عظیم غلطی ہے۔ ان پر لازم ہے کہ اس کی اصلاح کریں اور اس کے متعلق مفتی صاحب مدظلہ کی اصلاحی تجویز پر عمل کریں۔

امام مسلم نے مسلم شریف کے خطبے میں اس بات پر رد کیا ہے کہ ایک عالم عوام کی خوشنودی کے لیے غیر ثابت اور من گھڑت روایات و واقعات بیان کرے۔ مولانا طارق

جمیل صاحب ہوں یا کوئی اور عالم، انھیں چاہیے کہ اپنے وعظ و خطاب میں مثبت پہلو اختیار کریں اور اہل سنت و جماعت کے اتفاقی مسائل خصوصاً عقائد کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کریں تاکہ فرق باطلہ، شیعہ، غیر مقلدین، جماعتی گروہ وغیرہ کے غلط نظریات کی تائید نہ ہو سکے۔ مناسب موقع پر فرق باطلہ کی تردید ہم پر لازم ہے کیونکہ یہ دین کی حفاظت کا ایک جز ہے۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم (ج ۱ ص ۳۶) میں حدیث مبارک ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين

”اٹھائیں گے اس علم کو ہر بعد میں آنے والوں میں ان کے عادل لوگ، دور کریں گے ان سے حد سے تجاوز کرنے والوں کی تبدیلیوں کو اور باطل لوگوں کے جھوٹ کو اور جاہلوں کی تاویل کو۔“

جس طرح علماء کے ذمے تعلیم و تبلیغ ہے، اسی طرح ان کے ذمے یہ فریضہ بھی ہے کہ دین میں افراط و تفریط کرنے والے، جھوٹ کہنے والے اور غلط تاویل کرنے والے کی نفی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی کی توفیق دے۔ آمین

محمد سردار عفی عنہ

دارالعلوم عربیہ، ٹل، ضلع ہنگو

۲۴ رجب ۱۴۳۰ھ

— ۸ —

الاستاذ اکمل محق الحق القوی حضرت مولانا محبت النبی عظمہ اللہ

دارالعلوم مدنیہ، رسول پارک لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اهتدوا۔ اما بعد

میں نے مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات کیسٹوں سے سنے ہیں جن میں حق اور اہل حق کے خلاف کئی جرات مندانہ تجاوزات ہیں جو غور سے سننے والے کسی بھی عالم دین کے لیے درگزر کے قابل نہیں۔ علماء دین اس معاملے میں صحیح رائے قائم کرنے میں کامیاب اور اپنے فریضے سے تب سبک دوش ہو سکتے ہیں کہ خود غور سے کیسٹوں کو سنیں، ورنہ رسمی روادار یاں، عوامی قبولیت کا لحاظ امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی میں رکاوٹ بن سکتا ہے، امت کے شاندار ماضی کی روایات مٹ جائیں گی۔ طارق جمیل نے ماضی قریب کی ایک صدی پر ہاتھ صاف کیا ہے۔

دین اسلام میں فہم و عمل کی ترقی جہاں تک پہنچی تھی، پہنچ چکی۔ علم کے اعتبار سے اتمام پذیر ہو گیا اور عمل کے لحاظ سے خیر القرون پیشوا ٹھہرے۔ اب کسی نئی راہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دنیا کی سیر و سیاحت عوام الناس کی نظریں اٹھنے اور شہرت کا ذریعہ تو ہو سکتی ہے، لیکن یہ کوئی معیار نہیں۔ مادیات میں ترقی بہ نسبت پہلی تحقیقات کے مستقبل کی تحقیقات میں زیادہ سمجھتی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ Latest معلومات ہیں۔ ان کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ مادی ترقی کا مدار انسانی تحقیقات ہیں، وحی نہیں۔ بخلاف اسلامی ترقی کے کہ ان کا مدار وحی پر ہے۔

اس سلسلے میں مجھے حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ کی کتاب کلمۃ الہادی پڑھنے کا موقع ملا۔ اہل علم نے مولانا طارق جمیل کے زبانی رجوع کو ایک تو اس وجہ سے کالی نہیں سمجھا کہ وہ غلطی صرف عنوان اور تعبیر کی مان رہے تھے، مفہوم اور مضمون کی نہیں اور دوسرا اس وجہ سے کہ یہ قابل گرفت باتیں کیسٹوں میں موجود ہیں، ان کے سامنے ان کے شاگردوں نے ریکارڈ کی ہیں اور اب انھی کی آواز میں سنی جا رہی ہیں۔ کیسٹ اور قرطاس بات کو ختم نہیں ہونے دیتے بلکہ اس کو پختہ وجود دے دیتے ہیں۔ تو جب جرم ثابت ہو گیا یعنی پختہ وجود کی شکل میں آ گیا تو رجوع اور توبہ کے لیے بھی پختہ وجود تحریری ہونا ضروری ہوا جیسا کہ توبہ کا اصول ہے، مگر جب رجوع طلبی کی محنت کا رگڑ نہ ہوئی تو اس ارشاد کے تحت کہ اذا ظهرت الفتن فليظهر العالم علمه (مشکوٰۃ ص ۳۰) علماء حق بلا خوف لومة لائم اظہار حق کی طرف متوجہ ہوئے، اس لیے کہ یہ امت برائی میں توبہ کی اسرائیل کی مثل ہو سکتی ہے، جیسا کہ حدو النعل بالنعل والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، لیکن حق پر قائم رہنے کے اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی شان عالی واضح فرمائی ہے کہ میری امت میں ایک ایسا گروہ تاقیامت رہے گا جو بلا خوف لومة لائم اظہار حق کرتا رہے گا۔

اس فریضہ حق کو جہاں اور علماء کرام نے ادا فرمایا، وہاں ہمارے محسن حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ العالی نے اپنی کتاب کلمۃ الہادی میں بڑے احسن طریقے سے اس ضرورت کو پورا کیا، چنانچہ کتاب کی ابتدا ہی میں بڑے بڑے اکابرین دین کا رجوع اور نکھرے ہوئے انداز سے اہتمام حق اور اعلان حق باحوالہ نقل فرمایا تاکہ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ اکابر دین میں رجوع کے لیے عمدہ نمونے پائے اور وہ اس رجوع کو اپنے لیے اتباع سلف سمجھے اور اس میں کوئی عار محسوس نہ کرے اور اس امر کو اپنے دین اور تربیت کا اہم جزو قرار دے۔

مولانا طارق جمیل صاحب کی قابل گرفت باتوں پر حضرت مفتی صاحب نے جو تبصرہ لکھا، وہ محض ان کی ایک ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ فقہاء، محدثین اور متکلمین کی واضح تصریحات سے باحوالہ تبصرہ ہے اور اس کی حیثیت ہر طالب حق کے لیے رہنما کی ہے، اس لیے اس کی اشاعت ضروری تھی تاکہ بعد میں آنے والے گروہ سلف کی راہ سے نہ ہٹیں اور اس کی ذاتی یا اجتماعی مشاورتی یا کشفی رائے سے اگر کہیں امت کا بہت بڑا فائدہ بھی نظر آئے تو اس کو اکابرین کی محنتوں کے برابر نہ سمجھیں۔ کسی عمل کا اجر و ثواب کتنا ہے، یہ تو قیسی نہیں ہر اجر اپنے مخصوص عمل کے ساتھ خاص ہے، قیاسی نہیں۔ کسی عمل کا اجر مخصوص عدد سے ماخوذ ہائے، اس کی بنا اخلاص کی قوت یا زیادتی پر ہے اور اخلاص کا تعلق قلب سے ہے جس کو بجز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ واللہ بضاعف لمن يشاء۔ کسی عمل تک دود سے ثواب کو انچاس کروڑ تک پہنچانا درست نہیں۔ ایسے ہی جہاد اور قتال کا عمل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ان کی اتباع میں سلف صالحین کی سوچ اور عمل سے ایک متعین شرعی شکل اختیار کر چکا ہے، اس کو یا اس عمل کے اجر کو کسی اور عمل پر غلطی کرنا دینی سمجھ کی کوتاہی اور تحریف جیسے جرم تک پہنچانے والی چیز ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر امتی کو ہر قسم کی گمراہی سے بچائے اور ہمیشہ خیر کی توفیق اور دائمی قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام

پس سخن کوتاہ باید والسلام

احقر العباد محتاج دعا

محبت النبی

دارالعلوم مدنیہ، رسول پارک لاہور

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

صاحب الذوق السليم والحمية المستقيم مولانا ساجد حسین معاویہ

سپلائی بازار، ایبٹ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت العلام مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم!

امید واثق ہے کہ آپ ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں دینی و ملی خدمات کے
ذریعے سے دین حق کی اشاعت، تبلیغ، ترویج اور حفاظت میں مسلسل مصروف عمل ہوں
گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول و منظور فرمائے اور بہترین اجر عظیم سے نوازے۔
آمین!

کلمۃ الہادی کو پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ آپ نے جس انداز میں احقاق حق کیا، وہ
یقیناً آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ نے جس طرح اعتدال کا دامن تھامے ہوئے مولانا
طارق جمیل صاحب کی غلطیوں پر منصفانہ گرفت کی ہے، یہ پوری امت پر بالعموم اور
مسلمک، اعتدال، مسلک حق علماء دیوبند پر بالخصوص ایک قرض تھا جس کی ادائیگی کی توفیق
رب ذوالجلال نے آپ کو عطا کی ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی ان مساعی جمیلہ کو اپنی
بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اجر عظیم عطا فرمائے اور آئندہ بھی احقاق حق اور
ابطال باطل کا کام اسی طرح آپ سے لیتا رہے۔

بندہ چونکہ علماء دیوبند کو اس وقت امت کا خلاصہ اور خاصان خدا میں سے سمجھتا ہے،
اس لیے ان کی صحبت اور ان ہی کے نقش پا کو اپنے لیے طرہ امتیاز سمجھتا ہے۔ علماء دیوبند

کے دو اوصاف جنہیں میں ان کے بے شمار اوصاف و کمالات میں نمایاں سمجھتا ہوں، ایک
تو یہ ہے کہ ہر دور میں انہوں نے باطل کی تردید جان و مال اور زبان و قلم سے کی اور مشکل
ترین حالات میں بھی دبے جھکنے کے بغیر حق کا ساتھ دیا اور ہمیشہ حق کا اظہار بباغ و ببل
کیا اور اس فرض کی ادائیگی میں کبھی بھی مدافعت سے کام نہ لیا۔ دوسرے یہ کہ جب بھی
ان کا کوئی قول و عمل یا نظریہ و فکر اکابر و جمہور کے نظریات و افکار سے ٹکرایا یا سنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سبیل صحابہ رضی اللہ عنہم یا مجتہدین کے خلاف ہونا پایا تو انہوں نے
اپنی وجاہت و شہرت کا خیال نہیں کیا بلکہ ”والحق احق ان يتبع“ کے تحت اپنے نظریہ
و فکر سے رجوع کرنے میں کوئی تاثر نہ کیا۔ علماء دیوبند کے یہ دونوں وصف آج بھی اہل
حق علماء میں دکھائی دیتے رہتے ہیں۔

میں اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ ان دو اوصاف میں سے پہلا
وصف تو میں نے آپ کی شخصیت گرامی قدر میں پایا ہے اور دوسرا وصف آپ کے مخاطب
مولانا موصوف میں دیکھنے کے لیے ایک عرصے سے منتظر و بے قرار ہوں۔ اگرچہ مولانا
نے کئی مجالس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا ہے اور کثیر تعداد میں مسلمانوں تک ان کے
معذرت کرنے کا شہرہ ہو چکا ہے، تاہم اگر مولانا موصوف اکابر کے دوسرے وصف کو
اپناتے ہوئے تحریری رجوع فرمادیں تو یہ ان کے علمی قد و قامت میں مزید اضافے کا
باعث بنے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مولانا کے خیالات اہل سنت و جماعت کے مسلمہ
عقائد و نظریات سے بالکل متصادم اور بڑے حیران کن ہیں۔ بندہ نے دو سال قبل بھی
مولانا طارق جمیل صاحب کو گلگت کے بیان کے حوالے سے ایک اصلاحی خط ارسال کیا
تھا، لیکن موصوف نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ اخلاقی جرات کا تقاضا تھا کہ
موصوف اس کا جملہ ضرور تحریر فرماتے۔ مولانا کے یہ خیالات مسلک حق اہل سنت و

جماعت کے عقائد و نظریات کو قبیحی کی طرح کاٹ رہے ہیں، لہذا آپ جیسے علماء حق ذمہ داران شرع کی طرف سے بروقت نوٹس لینا ایک بڑا اور قابل داد کام ہے۔

اس امت کا پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا ہے۔ اب مزید زخم لگانے کی مولانا کو پتہ نہیں کیا ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ میں آخر میں آپ جملہ بزرگوں اور علماء حق کا مشکور و ممنون ہوں کہ جنہوں نے بروقت نوٹس لیا۔ اگر آج اس طرح کے نام نہاد سنی کہلانے والوں کا پوسٹ مارٹم نہ کیا گیا تو آنے والے دور میں یہ کام اور مشکل ہو جائے گا اور اس کا سارا فائدہ کفریہ طاقتوں کو ہوگا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل میں اپنے اکابر کے طرز عمل سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ جیسے علماء حق کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)
وما توفیتی الا باللہ

ساجد حسین معاویہ
خادم علماء حق پاکستان
پلائی بازار ایبٹ آباد

— ۱۰ —

العالم النحریر صاحب البیان والتحریر حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دام مجدہ
مہتمم جامعہ رشیدیہ راولپنڈی
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔

حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب دامت برکاتہم کی کتاب کا مسودہ الحمد للہ پڑھا۔ پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ علماء حق زندہ ہیں۔ علماء دیوبند کا و طیرہ رہا ہے کہ فتنہ سامنے سے آئے تب، منافقت کا لبادہ اوڑھ کر آئے، تب مقابلہ کرتے رہے۔ کسی فتنہ سے مفاہمت نہیں کی۔ ابراہیم حنیفا کا یہی مطلب ہے۔ فتنہ فتنہ ہی ہوتا ہے، چاہے جس شکل میں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے لطف و کرم سے ہر قسم کے فتنہ سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ نے جب دیکھا کہ ہندو مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنا رہے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے منظم تحریکیں چلائی ہوئی ہیں جن کا نام شدھی اور سنگٹھن رکھا ہے تو انہوں نے تحریک ایمان کے نام سے کام شروع کیا جو بعد میں تبلیغی جماعت کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ بہت مبارک کام ہے لیکن دشمنان اسلام نے اس مبارک جماعت میں اپنے بندے گھسادیے اور اب اس جماعت سے ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو مدارس کے دشمن، علماء کے دشمن، درس قرآن کے دشمن، جہاد کے منکر، اعمال کے پابند اور عقائد سے عاری ہوتے ہیں۔ دشمنان صحابہ ہوتے ہیں۔ بیس بیس لاکھ کے اجتماع میں درس قرآن سے روکا جا رہا ہے۔ علماء کو بظاہر سرکا تاج کہنے والے جب نجی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ علماء میں تکبر ہوتا ہے۔ اس وقت علماء امت کی ذمہ

داری ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف جو بھی نظر یہ سامنے آئے، اس کی تردید فرمادیں، کیونکہ تبلیغی جماعت پر اس وقت جاہل امراء کا قبضہ ہے اور جو علماء اس جماعت سے وابستہ ہیں، وہ خاموش تماشاکی بنے ہوئے ہیں۔ شب جمعہ یا اجتماعات میں جہلاء بیان کرتے ہیں جس سے عقائد خراب ہو رہے ہیں۔ اکابرین تبلیغ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی یہ کاوش ان شاء اللہ جاہل امراء کی اصلاح کا سبب بنے گی۔ سیدھے سادے اور بھولے بھالے عوام جو اپنا مال، اپنی جان لگا کر مدارس دشمنی اور علماء دشمنی کا ذہن لے کر لوٹتے ہیں، ان کی بھی آنکھیں کھلیں گی۔

فقط والسلام

بندہ محمد صدیق عفی عنہ

مہتمم جامعہ رشیدیہ راولپنڈی

فاضل محقق جناب قاری فتح محمد صاحب

پٹھان کوٹ، بھاگٹانوالہ سرگودھا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب دامت برکاتہم نے کتاب ”کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل“ لکھ کر امت پر احسان فرمایا ہے۔ اکابر علماء دیوبند میں سے جس کسی نے بھی تبلیغی جماعت کے بارے کچھ لکھایا کچھ کہا ہے، اگر خود پسندی اور خود پرستی کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو تبلیغ والوں کے لیے ایک نصیحت اور ایک نسخہ کیما ہے اور نصیحت کو اپنے حق میں مخالفت تصور کرنا بہت بڑی کم ظرفی ہوتی ہے۔ تبلیغی علماء کا باقی علماء سے کٹ کر رہنا، باقی علماء کو اپنے سٹیج پر نہ آنے دینا، باقی علماء کی طرح درس قرآن یا درس حدیث یا دوسرے علماء حق کی طرح عقائد کا بیان یا تردید باطل سے لاپرواہی برتنا، ان امور سے جس خطرہ کی یوزمانہ قدیم سے علماء حق محسوس کر رہے تھے۔ آج اس بوتل کا ڈھکن کھل چکا ہے اور آج علماء دیوبند سے الگ ایک مستقل گروہ کی صورت میں تبلیغی جماعت ابھر رہی ہے جس کو ان راہوں پر لانا علماء دیوبند کے لیے ضروری ہو چکا ہے جن راہوں پر مولانا الیاسؒ اس جماعت کو چلانا چاہتے تھے۔ اسی ذمہ داری کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب نے کتاب لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے آمین!

جلیل القدر والشان مولانا محمد سلیمان صاحب دامت برکاتہم

خطیب مسجد نورستان اڈیالہ روڈ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہر دور میں اپنے مخلص بندے پیدا کیے۔ اکبر بادشاہ نے دین الہی بنایا تو مجدد الف ثانی جیسے اپنے بندے پیدا فرمائے۔ آج کے دور میں بھی ہم ایک ایسے ہی اکبری فتنہ سے دوچار ہیں۔ جس طرح اکبر بادشاہ کے دور میں درباری علماء ابوالفضل اور فیضی اس فتنہ کا سبب بنے، اسی طرح آج کے دور میں بھی کچھ درباری علماء نے تبلیغ کے نام سے تحریف شروع کی ہوئی ہے جس کی نشاندہی حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمائی۔ (بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ۳۴ ج ۲ مطبوعہ جامعہ فاروقیہ کراچی)

اس وقت تبلیغی جماعت قصہ گو و اعظین کی فیکٹری بن چکی ہے جبکہ موضوعات کبریٰ میں لکھا ہے کہ دین کو سب سے زیادہ نقصان قصہ گو و اعظین نے پہنچایا۔ تبلیغ نام ہے قرآن و حدیث کا جبکہ موجودہ تبلیغی جماعت نے اپنا اصول بنایا ہوا ہے کہ مشورہ وحی کا بدل ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴ ج ۲) گویا کہ انہوں نے قرآن اور حدیث کو مشورہ کے ذریعے ریٹائرڈ کر دیا ہے۔ تبلیغی جماعت کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ لوگ کلہ نماز سے ہوشناس ہو جاتے ہیں، لیکن جمہور علماء امت کے عقائد سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے سے شرماتے ہیں جبکہ تبلیغی جماعت کی سرپرستی ہمیشہ علماء دیوبند نے کی ہے۔ وقت لگانے کے بعد یہ علماء دیوبند کے کسی کام میں شریک اور

معاون نہیں ہوتے۔ تبلیغی اکابرین کو چاہیے کہ مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق اپنا قبلہ درست کریں۔

ترسم کہ بکعبہ نہ سی اے اعرابی

کیس راہ کہ تو میروی بترکستان است

مولوی محمد سلیمان

خطیب مسجد نورستان

اڈیالہ روڈ راولپنڈی

۱۳
الصادق المصدق والکامل المحقق

حضرت مولانا سید عبدالملک شاہ صاحب دام مجیدہ
خطیب جامع مسجد حاجی مراد ٹرسٹ آئی ہسپتال، گوجرانوالہ

اللهم اهدنی واعزنی من شر نفسي۔ اما بعد

موجودہ دور میں تبلیغی جماعت عالم دنیا میں ایک اصلاحی، دینی، مذہبی اور دعوت الی الخیر میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کے طور پر ابھری اور اس سے وابستہ حضرات کے ہر قول و فعل کو حجت مانا جانے لگا۔ یقیناً اس کے فوائد دین کی طرف رغبت کا باعث بنے۔ بے نمازی، نمازی بنے اور دین سے برگشتہ لوگ دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس عمومی فائدے کو پیش نظر رکھ کر بعض سخت قابل گرفت امور پر، جو اکابر کے وضع کردہ اصولوں سے ہٹ کر ہیں، اپنے تحفظات کے باوجود علمائے خاموشی اختیار فرمائی اور تنقید کو حکمت کے خلاف سمجھا۔ مثلاً سارے دین کو تبلیغ میں بند کر دینا، دیگر دینی امور تدریس و تعلیم، تصنیف و تدوین اور فرق باطلہ کی تردید کو دین نہ سمجھنا، قرآن کے درس پر فضائل اعمال کی ترجیح، چلہ لگا کر مفتی بننے کا رجحان، ائمہ مساجد سے الجھنے اور بات بات پر مخالفت جیسے امور سے چشم پوشی اور انفرادی معاملات پر محمول کر کے احتیاطاً مخالفت اور نقائص سے درگزر کا راستہ اختیار کیا۔ لیکن اب اس جماعت کے بعض اہم اکابر نے اجتماعی طور پر مشن کے انداز میں بعض صریح احکامات اور قرآن کی غلط تاویلات اور جہاد جیسے اہم رکن اسلام کے خلاف شعوری یا غیر شعوری طور پر ہرزہ سرائی شروع کی ہے۔

مثلاً ”ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگی میں نمونہ نہیں، ہمیں بنی اسرائیل کی طرف دیکھنا پڑے گا“، ”صحابہ کرام محفوظ نہیں“، ”مودودی صاحب حنفی تھے، اسلام کی بڑی خدمت کی ہے“ جبکہ وہ خود کہتا ہے کہ میں نہ حنفی ہوں نہ شافعی ہوں وغیرہ اور علماء امت کا فتویٰ ہے کہ وہ ضال و مضل ہے۔ یہ کہنا کہ ”حاجی عبدالوہاب کے مقابلے میں علماء ہیچ ہیں“ اور اس ضمن میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی مثال پیش کرنا اور علامہ محمد احمد کا صراحتاً آیات جہاد کی غلط تاویل کرنا اور بطور گروہ کے، جماعت کے بزرگوں کا اس طرح کا رویہ اختیار کرنا سخت قابل گرفت ہے۔

نوجوانوں کے عقائد کی درستی اور تحفظ کے لیے علماء حق کا فریضہ بنتا ہے کہ کتمان حق سے بچیں۔ بحمد اللہ اگرچہ کئی علماء کرام نے اس کی نشان دہی کی ہے لیکن استاد محترم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ شاگرد خاص مولانا مفتی محمودؒ، مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ و خلیفہ مجاز حضرت نفیس الحسنی شاہؒ نے کسی پر خاش اور عناد سے ہٹ کر گرفت کی ہے اور کتمان حق سے بچتے ہوئے جماعت کے ایک مخصوص گروہ کی مدہانت بے نقاب فرمائی ہے۔ جہاد کے سلسلے میں وہ کام جو انگریز، نبی بنا کر بھی نہ کر سکے، جہاد کی اہمیت کو بڑی گہرائی اور ملمع سازی کے ساتھ ختم کرنے اور کمزوری کا سہارا لے کر اختیار کی جانے والی روش کو بے نقاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کی ہدایت، اصلاح اور تحفظ عقائد اور جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

سید عبدالملک شاہ

۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

الفاضل المدرس حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال سلمہ ربہ

کوئٹہ جام، بھکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلياً مسلماً

مولانا محمد طارق جمیل صاحب ایک اچھے واعظ اور اچھے مبلغ ہیں جن کے وعظ و تبلیغ سے اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں ہزاروں بھٹکے ہوؤں کو ہدایت عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔

اب کچھ عرصہ سے ان کو تاریخ و تحقیق کی چوٹیاں سر کرنے کا شوق لگا ہے اور یہ شوق بھی کوئی ناجائز نہیں تھا اگر یہاں بھی وعظ و تبلیغ والی روایت برقرار رکھی جاتی، لیکن بد قسمتی سے یہاں وہ اپنے آپ کو ”اچھے واعظ“ اور ”اچھے مبلغ“ کی طرح ”اچھا مورخ“ یا ”اچھا محقق“ ثابت نہ کر سکے بلکہ ان سے شدید نوعیت کی سنگین تاریخی و تحقیقی غلطیاں واقع ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے بروقت تنبیہ کر کے ان کی درست سمت میں رہنمائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مولانا کی راہنمائی اور استقامت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

امید ہے مولانا طارق جمیل صاحب اپنی بین الاقوامی شہرت و مقبولیت کو قبول حق میں رکاوٹ بنا کر ”اخذتہ العزۃ بالاثم“ کا مصداق نہیں بنیں گے۔ ہمارے اکابر نے

وضوح حق کے بعد اپنے سابقہ موقف سے رجوع کو کبھی عار نہیں سمجھا، اس لیے ہم بجا طور پر مولانا سے بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے واضح اور غیر مبہم رجوع کر لینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

ہمارا مولانا موصوف کو یہ بھی مشورہ ہے کہ وہ تاریخ و تحقیق کے جھنجھٹ میں پڑنے کی بجائے اپنے وعظوں کو زیادہ سے زیادہ عام فہم اور سادہ رکھیں اور تاریخی حوالہ جات کی بجائے قرآن و حدیث سے اپنے بیانات کو مزین و منور فرمائیں تاکہ عوام الناس نظریاتی الجھنوں میں نہ پڑیں۔

آخر میں پھر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی اس سعی کو مشکور فرما کر دونوں حضرات کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یا رب العالمین

العبد ظفر اقبال غفرلہ البر المتعال

مدیر و مدرس مدرسہ مفتاح العلوم کوئٹہ جام، بھکر

۶ شوال المکرم ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۶ ستمبر ۲۰۰۹ء

کیسٹس اور سی ڈیز کے بارے میں توضیح

جناب جمال عبدالناصر صاحب

(دارالعلوم عثمانیہ، رسول پارک، اچھرہ، لاہور)

میں اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہوں کہ میں ایک ایسے کام میں علماء کا معاون بنا جو وقت کا اہم تقاضا تھا۔ پاکستان میں اکابرین دیوبند کی محنت کی وجہ سے مدارس ہمیشہ آزاد رہے اور انہوں نے حق گوئی کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھا۔ کچھ عرصہ سے مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات سے علماء میں تشویش پیدا ہو رہی ہے۔ مولانا تبلیغی جماعت کے ترجمان ہیں، لہذا ان کے بیانات سے جماعت کے بارے میں غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں، خاص طور پر جہاد کے بارے میں ان کے ریمارکس قابل گرفت ہیں۔

مفتی حمید اللہ جان کے گھر پر مولانا محبت النبی صاحب کی موجودگی میں، میں نے ڈاکٹر معظم صاحب سے، جو تبلیغی مرکز راینونڈ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، پوچھا کہ آپ حلفاً بتائیں کہ مرکزی شوریٰ میں جہاد کے مخالف نہیں بیٹھے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا اگر حلفاً پوچھتے ہو تو یہ حقیقت ہے کہ مرکزی شوریٰ میں جہاد مخالف لوگوں کی اکثریت ہے۔

مولانا طارق جمیل صاحب کی گفتگو جب کیسٹوں کی صورت میں ہم تک پہنچی تو میں نے مولانا محمد نواز بلوچ صاحب کی مدد سے ان بیانات کو تحریری شکل دی، لیکن اتنی طویل گفتگو سننا آسان نہ تھا۔ حضرت مفتی عبدالواحد صاحب نے حکم دیا کہ کوئی آسان شکل ہو

کہ ہم قابل اعتراض گفتگو کو آسانی سے سن بھی سکیں اور اس تک رسائی بھی سہل ہو۔ چنانچہ جن عنوانات سے سی ڈیز علماء کرام تک پہنچ چکی تھیں، میں نے ان کو جوں کا توں رہنے دیا اور قابل اعتراض گفتگو کو علیحدہ بھی کر دیا اور اس کو selection (منتخب کردہ) مولانا طارق جمیل کا نام دیا۔ مثال کے طور پر سی ڈی میں (A) cassette no:2 نامی فولڈر آپ کو ملے گا تو اس میں (1) Selection کے نام سے آپ وہ گفتگو سن سکیں گے جس کا عنوان ہے: ”شاہ ولی اللہ کا کشف نہیں مانتا“۔

اس کا وقت بھی لکھا گیا ہے کہ اتنے منٹ سے یہ گفتگو شروع ہوئی ہے۔ مثلاً اگر آپ مولانا کی مکمل گفتگو والی سی ڈی کمپیوٹر میں چلاتے ہیں تو آپ کے سامنے اس کا پورا وقت آجائے گا۔ اب اگر قابل اعتراض حصہ سننا چاہتے ہیں تو اس کا وقت Selection میں دے دیا گیا ہے۔ وہ آپ کو لکھا ہوا ملے گا۔

Selection (1) Time 01:00 To 22

اس گفتگو کا عنوان ترتیب دیا گیا ہے اور گفتگو کے آغاز و اختتام کا وقت بھی دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس کو سمجھنے میں کوئی خاص دقت نہ ہوگی۔ نوٹ: اصل سی ڈیز ہمارے پاس موجود ہیں۔ ممکن ہے کوئی اور کاپی کرتے ہوئے غلطی سے گفتگو ادھر ادھر کر دے۔ آپ ہم سے رجوع کر سکتے ہیں۔

جمال عبدالناصر

انتخاب مسجد عائشہ فیصل آباد، خطبہ جمعہ cut

”ہم ہیں کچے مسلمان، ہمیں کہاں سے راستہ ملے گا۔ بدر میں تین سو تیرہ تھے۔ تم نے ابھی تک تین سو تیرہ بھی تیار نہیں کیے۔ یہ نا سمجھنے کی وجہ سے بات ہو رہی ہے: الجہاد الجہاد۔ ابھی تک 313 بھی تیار نہیں ہوئے۔ جہاد کا منکر تو پکا کافر ہے، ہاں وقت میں اختلاف ہے۔ ہم کچے مسلمان ہیں۔ اس بھنور سے نکلنے کے لیے صحابہ کے دور سے ہمیں راستہ نہیں ملے گا۔ پیچھے جانا پڑے گا بنی اسرائیل میں۔“

عنوان: cut. 09

غزوات میں صحابہ کرام کی ثابت قدمی پر بحث:

عنوان: cut. 11 (مکمل)

”حکومت کسی بڑے صحابی کے نام لگے، یہ مناسب نہ تھا، اس لیے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ یقیناً علیؓ حق پر تھے اور معاویہؓ خطا پر۔ اس مسئلہ میں اہل سنت سب شیعہ ہو جاتے ہیں۔“

عنوان: cut. 13

”مدارس میں منفی پہلو پر کام کیا جاتا ہے۔“

عنوان: cut. 14

”جو علماء اہل حدیث پر اعتراض کرتے ہیں، اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ یاد رکھو! ان چاروں سلاسل نے چلنا ہے۔“

عنوان: Cut. 17

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر بحث

”چونکہ ابو بکر صدیقؓ سے خطائیں ہونی تھیں“ وغیرہ

عنوان: ”جتنا ہندو ظلم کرتے ہیں، اتنا جہادی بھی تو کرتے ہیں۔“

”پچھلے سو سال کی تمام تحریکیں ناکام و نامراد ہوئیں“ وغیرہ۔

عنوان:

”اگر کوئی اہل اللہ تبلیغ سے روکے تو گھانے کا سودا ہے۔ مولانا نذر الرحمنؒ نے تصوف

کو تبلیغ کے تابع رکھا ہوا ہے۔ تم لوگ کہیں مقررین نہ بن جانا۔ خطیبوں سے اگر کام لینا

تبلیغ کا کام اللہ عطاء اللہ شاہ بخاری سے لیتے، ابوالکلام آزاد سے لیتے، حفظ

الرحمنؒ کی رو سے، حبیب الرحمنؒ لدھیانوی سے لیتے۔“ (وغیرہ)۔

عنوان: Cassete No. 2.A

شاہ ولی اللہؒ کا کشف نہیں مانتے، دین میں کوئی کشف نہیں، تمہاری ساری تحقیقات ”تجلیات صدف“ تک ہیں، ائمہ حرمین بھی تو جرابوں پر مسح کرتے ہیں، تکفیر صحابہ کا قائل کا فر نہیں ہے۔ وغیرہ

عنوان: Cassete No. 4

مناظرے فضول ہیں، تجلیات صدف پر بحث، خفیوں کی نماز پر بحث، علماء دیوبند کا عرب میں تعارف نہ تھا۔

تین طلاق کا مسئلہ، اہل حدیث تین چار کروڑ ہیں، مولانا سرفراز صدف نے منفی پہلو پر کام کیا ہے، امام اعظمؒ زندہ ہوتے تو حج کے مسائل پر رجوع کر لیتے، صحابہ کی تکفیر کے بارے میں بحث، ہمیں یہ سوچ اور دین سمجھنے کی راہ مولانا جشید، مولانا نذر الرحمنؒ، مولانا احسان وغیرہ نے دی ہے۔

عنوان: Cassete. 05

قادری، نقشبندی فرقوں کی لڑائی کی وجہ سے مدارس اجڑے ہیں، فتنۃ الطالبین والی حدیث غلط ہے، چاہے مولانا سرفراز صدف نے ہی نقل کی ہے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے نتائج، تحریک جھنگوی کے کوئی مثبت نتائج نہیں نکلے، غیر مقلد کو گمراہ کہنا تعصب ہے، مولانا زرولی خان کے بارے میں، اسماعیلیوں نے چار چار ماہ تبلیغ میں لگائے ہیں۔

عنوان: Cassete. 07

مدارس کا ماحول تعصب پر مبنی ہے، منفی انداز تعلیم مدارس میں رائج ہے وغیرہ

عنوان: Cassete. 08

مناظرین پر تبصرہ، ہمارے طرز تدریس میں قرآن و حدیث کے لیے حصہ کم ہے، مودودیت کوئی فرقہ نہیں، جماعت اسلامی کے خرم مراد کا وصیت نامہ، حضرت علیؓ کے بعد اس وصیت نامہ نے متاثر کیا ہے، آپ لوگوں کے دلوں میں نفرت بھری ہوئی

ہے، مودودی صاحب اہل حق میں سے ہیں، وغیرہ

عنوان: Casette. 09

یہ سپاہ صحابہ والے بھی تو قتل کرتے پھر رہے ہیں، حضرت عمرؓ کی سعد بن عبادہؓ نے بیعت نہیں کی۔ خلافت ابو بکرؓ پر اختلاف (تبصرہ)، اہل حدیث فرقہ نہیں، خلافت عثمانیہ کو تو ختم ہونا ہی تھا، اس کے لیے کچھ نہ تھا، تمام دینی و سیاسی تحریکیں ناکام ہوئیں، شیعوں کے رد میں ہم صحابہ کو محفوظ کہتے ہیں، حضرت لاہوریؒ نے سندھی افکار سے رجوع کر لیا تھا۔

عنوان: Casette. 14

مولانا الیاسؒ پر الہام ہوا، بنی اسرائیل اور امت مسلمہ میں تلوار اٹھانے کا فرق، جہاد میں بھاگ جانے والوں پر بحث، علم کا مقام جہاد سے افضل ہے، امام اعظمؒ کے دور میں شہید ہونے والوں کا نام و نشان نہیں ملتا اور امام اعظمؒ کی وجہ سے مشہور ہوئے وغیرہ، چاروں ائمہ نے جہاد میں حصہ نہیں لیا۔

عنوان: Casette. 14 (2) Selection

ایک قبیلہ کو کلہ پڑھوانے پر صحابی کا ناراض ہونا، تحریکوں سے متاثر نہ ہونا، ہمارے لیے افضل ترین جہاد علم حاصل کرنا ہے۔

عنوان: Casette. 14 (3) Selection

طالبان نے ناکام ہونا تھا، امریکہ نے فضول حملہ کیا، تمام فرقوں کو اسلام میں رہنے دو، تائمرون کا کیا مطلب ہے، مدارس میں انحطاط، علماء پر شدید تنقید، مشرف کے خلاف تقریر کرنا زیادتی ہے، حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والے کے لیے درگزر ہو سکتا ہے تو آج کے شیعہ سے کیوں نہیں؟ مفتی رشید صاحب سے متاثر نہ ہونا، امام صاحب سے دو صحابہ کی ملاقات ہوئی ہے، وغیرہ۔

—+—+—

پیش لفظ

مولانا محمد نواز بلوچ

مدرسہ ریحان المدارس گوجرانوالہ

گزشتہ چند سالوں سے مولانا طارق جمیل صاحب کے صلح کل مواعظ، ادنیٰ غیر ادنیٰ کے مابین فرق ختم کرنے کی تقاریر اور حق و باطل کے خلط ملط بیانات کی شکایات سننے میں آرہی تھیں، لیکن کوئی ثبوت دستیاب نہ تھا۔ اتفاق سے فیصل آباد سے میرے استاد زادہ تشریف لائے اور مولانا کے چند قابل مؤاخذہ بیانات کا تذکرہ کیا اور فرمایا میرے پاس ان کا ثبوت بصورت کیسٹ موجود ہے۔ کیسٹوں میں حق کے خلاف اس قدر ہرزہ سرائی تھی کہ مجھ میں سننے کی برداشت نہ رہی۔ میں نے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ روئیداد سنائی۔ آپ نے فرمایا لاہور کے علماء ان کیسٹوں کی تلاش میں ہیں۔ اگلے روز مولانا محبت النبی صاحب مدظلہ چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے اور جناب جمال عبدالناصر صاحب سے ان کیسٹوں کو تحریری شکل میں لانے کا فرمایا، چنانچہ انہوں نے چند اہم قابل گرفت باتیں تحریر کیں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے فرمایا یہ باتیں ایسی نہیں کہ ان سے صرف نظر کیا جائے۔

خصوصاً تاویل کے ذریعے جہاد کا انکار، دور نبویؐ اور خلفائے راشدینؓ کے دور کی بجائے بنی اسرائیل کے دور کو مثالی قرار دینا، حضرات شیخینؒ پر تنقید، صحابہ کرامؓ کی تکفیر

کرنے والوں کو مسلمان کہنا، علماء دیوبند کی محنت اور باطل کے خلاف ان کی تحریکوں کو ناکام کہنا۔ لہذا مولانا کی تقاریر کے یہ اقتباسات علماء کی خدمت میں پیش کر کے ان کی آراء لی جائیں اور مولانا کو ارسال کی جائیں۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو فہما، ورنہ عوام کو اس فتنے سے آگاہ کیا جائے۔ چند مخلص ساتھیوں کے کہنے پر استاد محترم امام اہل سنت حضرت شیخ مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ کو یہ روئیداد سنائی۔ آپ کے حکم پر اگلے دن یہ مسودہ پڑھ کر سنایا۔ دو صفحات سن کر حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا: یہ باطل فرقوں کا ایجنٹ ہے اور پوچھا، مفتی صاحب تمہارے ساتھ ہیں؟ میں نے کہا کہ سارا کام مفتی صاحب مدظلہ کے حکم سے ہوا ہے تو حضرت شیخ نے فرمایا: ٹھیک ہے، یہ کام ہونا چاہیے۔ مفتی صاحب مدظلہ نے حضرت شیخ مدظلہ کی تائید پر تشکر کا اظہار فرمایا اور تقریباً بائیس علماء کرام کا ایڈریس لکھوا کر یہ مسودہ ان کی خدمت میں ارسال کرنے کے لیے کہا۔ اس سے قبل کہ میں یہ مسودہ علماء کرام کو بھیجتا، مختلف علاقوں سے رابطے ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ تو غصے کا اظہار کرتے اور کچھ حقیقت حال دریافت کرتے۔ میں نے یہ سارا معاملہ مفتی صاحب مدظلہ کے گوش گزار کیا اور پوچھا کہ میرے مسودہ بھیجنے سے پہلے یہ عوام تک کیسے پہنچ گیا؟ آپ نے بتایا ہم نے مسودہ چند علماء کو بھیجا تھا، لیکن وہ کس طرح پھیل گیا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ نہیں چاہتے تھے، لیکن بعض نادان دوستوں نے ایسا کر دکھایا۔

مولانا کے رجوع کا افسانہ

(۱) جامعہ اشرفیہ لاہور کے اساتذہ کرام اور ارباب فتویٰ نے اس مسودہ کا نوٹس لیتے ہوئے مولانا کو بلایا۔ مولانا نے اپنی غلطیوں سے معذرت اور رجوع کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ حضرات نے جن امور پر گرفت کی ہے، میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر آپ

سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ اپنے معذرت نامہ پر دستخط کر دیں تاکہ سند رہے، لیکن بقول مولانا حمید اللہ جان زید مجدہ، صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ لاہور، موصوف نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے استاذ مولانا احسان الحق صاحب نے مجھے اس سے روکا ہے۔

یہ ہے مولانا کا رجوع اور توبہ۔ ان کے بیانات پر مشتمل مسودہ کی فائلیں ملک کے گوشہ گوشہ میں پڑھی گئیں۔ اس سے لوگوں میں ایک قسم کا اضطراب پیدا ہو گیا اور مولانا ہیں کہ اجمالی طور پر اپنی اغلاط پر دستخط کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ع

ناطقہ سر بگربیاں ہیں اسے کیا کہیے

(۲) جامعہ خیر المدارس ملتان میں اس مسودہ سے طلباء میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے اپنی جوابی تقریر میں مولانا نے یہ آیت پڑھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق شخص کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔“ یہ ہے جواب۔ گویا ان کا مسودہ حقیقت نہیں بلکہ ایک جعلی دستاویز ہے۔ قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مولانا اپنے موقف سے رجوع کر رہے ہیں یا دوسروں پر الزام دھر رہے ہیں؟ اگر مولانا کو اس مسودہ سے انکار ہے تو پھر رجوع کے کیا معنی؟ لیکن ہم کہتے ہیں، ایسا ہی سہی۔ ہمارے پاس یہ مسودہ پہنچا، ہم نے اس میں تحقیق و تفتیش سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ یہ خرافات کا مجموعہ ہے تو ہم نے مذکورہ بالا آیت مبارکہ پر عمل کیا۔ (۳) ماہنامہ التحریر لاہور شمارہ اگست، ستمبر ۲۰۰۸ء میں مولانا کا رجوع ان الفاظ میں لکھا ہے:

”کچھ عرصہ سے میرے بارے میں مختلف پمفلٹ تقسیم ہو رہے ہیں اور ایک رسالہ میں بھی کچھ چھپا تھا۔ میری ان سب تحریروں کے بارے میں ایک ہی بات

ہے۔

سجائک هذا بہتان عظیم

میں الحمد للہ اکابر علماء دیوبند اہل سنت و جماعت کے مذہب و مسلک و شرب کا پابند ہوں، انہی کا شاگرد ہوں، انہی کے عقائد پر قائم ہوں۔

والسلام

محتاج دعا

طارق جمیل

۲۰۰۸/۹/۱۰

مولانا موصوف بہتان عظیم اور رجوع کے مابین کوئی فاصلہ نہیں سمجھتے اور ان کے ہاں کچھ بعید نہیں کہ بہتان عظیم بھی ہو اور اس پر رجوع بھی کر لیں۔

(۴) ہمارے استاد محترم حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے مولانا سے کہا کہ مسودہ کا جواب شائع ہونے سے پہلے آپ اس کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ جہاں آپ اپنے طور پر یہ سمجھتے ہوں کہ میری اصل مراد اور مقصد کو سمجھ بغیر رد کیا گیا ہے، اسے قلم زد کر دیں اور صرف اتنا لکھ دیں کہ مفتی صاحب نے کتاب و سنت اور جمہور علماء امت کے اقوال و آراء کی روشنی میں میرے مسودہ پر نقد کیا اور میری جن اغلاط کی نشان دہی کی، میں انہیں تسلیم کرتا ہوں، لیکن مولانا نہ مانے اور بے پروائی سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

(۵) بعض علماء کی طرف سے مولانا طارق جمیل صاحب کا معذرت نامہ شائع ہوا ہے جس میں تحریر کیا گیا ہے:

”باقی اگر میرے درسی بیانات میں اس سے مختلف تاثر پایا جاتا ہے تو وہ میری تعبیر

کی غلطی ہے، عقیدے کی غلطی نہیں۔“

اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے:

عذر گناہ بدتر از گناہ

حضرت استاد محترم کے جوابی مقالہ کے مطالعہ سے قارئین کرام کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ تعبیر کی غلطی ہے یا فہم اور معنی کی۔ خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت پر طعن بلکہ یہ کہنا کہ دور نبویؐ اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں ہمارے لیے کوئی مثال نہیں، ہمیں پیچھے بنی اسرائیل کی طرف جانا پڑے گا، انگریز کے خلاف جہاد اور علماء دیوبند کی مساعی جمیلہ کو غلط قرار دینا، شیعہ اور غیر مقلدین کی وکالت، مولوی احمد رضا خان اور مودودی صاحب کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا اور امامت و پیشوائی کا درجہ دینا، تمام صحابہؓ کی تکفیر سے بھی کسی شخص کا کافر نہ ہونا اور اس کو اپنے اکابرین میں سے کسی کی طرف منسوب کرنا، جہاد و قتال فی سبیل اللہ اور مجاہدین پر ہٹ کرنا، اسی طرح آیات و احادیث کے معانی و مطالب کے بیان میں تحریف کی حد تک دور از کار تاویلات کا ارتکاب وغیر ذلک، کیا ان جملہ مطالب کو صرف تعبیر کی غلطی کہا جائے گا؟

استاذ محترم حضرت مولانا عبد المجید صاحب مدظلہ شیخ الحدیث باب العلوم کھروڑ پکا نصرۃ العلوم تشریف لائے۔ مجھے بلا کر فرمایا ”آپ لوگوں نے صحیح بریک لگائی ہے۔ اگر بریک نہ لگاتے تو گاڑی کہیں کی کہیں چلی جاتی۔ یہ بریک لگی نہیں دہنی چاہیے، بلکہ مسئلہ حل ہونا چاہیے۔ مولوی صاحب کو گوجرانوالہ بلائیں۔ دونوں طرف سے چار چار علماء بٹھا کر ان باتوں کا تصفیہ کرائیں۔“ میرے کہنے پر استاد محترم نے جناب حاجی محمد نعیم صاحب سے فرمایا کہ مولانا کو گوجرانوالہ بلائیں۔ کچھ عرصہ بعد حاجی صاحب نے بتایا کہ مولانا اس سلسلے میں آنے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ حضرت استاد مفتی صاحب مدظلہ نے ان غلط نظریات کا جواب لکھنا ضروری سمجھا جو آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اسے پڑھیے اور شہادت علی الحق کی سعادت حاصل کیجیے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو راہ

راست پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

علماء کرام کی طرف سے موصول شدہ آراء اور تبصرے بذمہ اختصار سے پیش کیے گئے ہیں۔ دیگر آراء اور تبصرے آئندہ اشاعت میں شامل کیے جائیں گے۔

اس مجموعے کا نام "کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل (چند غلط تاویلات و تجاوزات اور ان کا علمی و شرعی محاسبہ) تجویز ہوا۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم۔ وتب علينا انک انت

التواب الرحيم

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مدرسہ ریحان المدارس

جناح روڈ، گوجرانوالہ

وجہ تالیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الہادی دراصل مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات کے کمپوز شدہ مسودہ پر ایک علمی و تحقیقی تبصرہ ہے۔ مولانا نے جس تمہید اور ترتیب سے اپنے طلباء کی تربیت کی ہے، اس کی ترتیب کچھ یوں ہے:

اکابر علماء ہند خصوصاً علماء دیوبند، جن سے اللہ تعالیٰ نے بارہویں، تیرہویں اور پندرہویں صدی میں رشد و ہدایت، تعلیم و تربیت، دینی، مذہبی، سیاسی اور جہادی راہ نمائی کا کام لیا ہے، مولانا نے ان کی مساعی جمیلہ کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ غلطی تھی جس میں شکست کھا کر سارے حضرات مفرور ہو گئے اور مولانا حاجی امداد اللہ چھپتے چھپاتے ہجرت کر کے مکہ چلے گئے۔

○ پچھلی صدی میں قوت کے واقعات کو سامنے رکھ کر استدلال کرتے رہے۔ مخلصین کی طاقتیں لگتی رہیں۔ جس مقصد کے لیے اٹھے تھے اس تک نہ پہنچ سکے۔

○ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مولانا الیاس کو الہامی طور پر یہ چیز دی گئی۔

○ انسان اپنے ماحول سے متاثر ہو کر چلتا ہے۔ ہم کمزور ہیں۔ کمزور کے احکام اور ہوتے ہیں۔ حدیبیہ اس کی دلیل ہے کہ پیچھے ہٹ جاؤ، صبر کرو۔ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح کا مبداء و منشا آپ اور آپ کے صحابہ کی کمزوری تھا۔ پھر اس پر ترقی

کر کے یہ کہا کہ مولانا الیاس صاحب سے ایک صدی پہلے جب سے انگریز آئے ہیں، دعوت کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ مولانا الیاس نے اس کام کا احیاء کیا۔

اس وقت اللہ کی ہدایت کا نظام تبلیغ کے ساتھ چل رہا ہے۔ پہلے خانقاہوں اور مدارس کے ساتھ تھا۔ تین دن لگانے سے آدمی بدل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کا ظہور تبلیغ میں ہو رہا ہے۔

مولانا الیاسؒ پر اللہ تعالیٰ نے جو پیغام فرمایا، پچھلی کئی صدیوں میں کسی پر نہیں ہوا۔ پچھلے ہزار سال بھی کہوں تو یہ مبالغہ نہیں ہے۔ اس پر ترقی کر کے پھر مولانا نے مولانا الیاسؒ کے حوالے سے ہندوستان میں علما کی جہادی کوششوں کی شہ رگ پر ہاتھ ڈالا اور کہا کہ مولانا الیاسؒ فرمایا کرتے تھے کہ انگریزوں کو نکالنے پر کیوں زور لگاتے ہو؟ مسلمان بنانے پر زور لگاؤ۔ نیز کہا کہ لوگ اس وقت واقعہ بدر کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ بدر میں تین سو تیرہ تھے۔ وہ کچے مسلمان تھے۔ ہم کچے مسلمان ہیں۔ دور نبویؐ اور خلفاء راشدین کے دور میں ہماری مثال نہیں ہے۔ ہمیں پیچھے بنی اسرائیل کی طرف جانا پڑے گا۔ یوں جہاد کی نفی کرتے چلے گئے اور کہتے ہیں کہ جہاد کا انکار تو قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار عین کفر ہے۔ ہاں وقت میں اختلاف ہے۔ وقت ہے یا نہیں۔ نماز تو فرض ہے، پر وقت داخل ہوا ہے یا نہیں، کہ پہلے ہی اللہ اکبر!

پھر صحابہ کرام پر آ گئے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کے بارے میں وہ شکوک و شبہات پیدا کیے کہ الامان والحفیظ۔ کہتے ہیں کہ آپؐ کی خلافت میں اختلاف ہوا، بڑے بڑے صحابہ نے آپؐ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے باغ فدک میں اپنے حصے کا مطالبہ کیا۔ اس سلسلے میں آپؐ سے کمی ہونی تھی اور ہوئی۔ آپؐ سے خطا ہونی تھی اور ہوئی۔ آپؐ نہ معصوم تھے نہ محفوظ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کا بطور خلیفہ تعین اس لیے نہیں کیا کہ آپؐ کی کمی بیشی اور نقصان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف منسوب ہوتا۔ ہم شیعوں کی مخالفت میں آ کر کسی کی صفائی کیوں پیش کریں۔ وغیرہ ذلک۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد روئے سخن سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف پھیرا کہ وہ نانوں سے فی صد عصمت کے قریب ہو گئے تھے، لیکن سو نمبر وہ بھی نہیں لے سکے۔ امیر معاویہؓ، عبداللہ بن عمرؓ کے ناخن کے برابر بھی نہیں تھے۔

ان تمام مضامین کی تفصیل آپ کو کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگی۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ صحابہ کرام کی تنقیص و کسر شان بھی مولانا کے ہاں تبلیغ کا جز اور حصہ ہے! مولانا نے ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ شیعہ بھی خوش اور سنی بھی خوش۔ ان کی اس روش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر کسی ایک طبقے کی چھاپ نہیں چاہتے۔ انھوں نے اپنے اکابر علماء کے علی الرغم ان طبقات کو سراہا جنھوں نے ہندوستان میں علماء حق کی تکفیر کا بیڑہ اٹھایا، اجتہاد کے نام سے ائمہ مجتہدین اور علماء سلف و خلف کو تنقید کا نشانہ بنایا، آزادی رائے کے نام سے بے راہ روی اختیار کی اور قرآنی معجزات کا انکار کیا۔

کلمۃ الہادی کا ہر مسئلہ اور اس کی ہر سطر اس کتاب کا تعارف ہے۔ عیاں را چہ بیاں! عوام و خواص کو ان غلط نظریات و احساسات سے بچانے کے لیے کتابی شکل میں اس کا جواب ضروری تھا۔

مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات پر مشتمل مسودہ پورے ملک میں پھیل گیا تو بعض حضرات نے مختصر جواب دیے، لیکن اس مسودہ کا بالتفصیل اور خاطر خواہ جواب باقی تھا۔ چنانچہ استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ نے باوجود ضعف و پیرانہ سالی کے، بلفظہ و بمعناہ اول سے آخر تک کتاب و سنت، ائمہ مجتہدین، فقہاء اور اسلاف امت کے اقوال کی روشنی میں اس مسودہ کا جواب تحریر فرمایا۔

اس مقالہ میں بے شمار اصولی اور فروعی مسائل و مباحث زیر بحث آئے ہیں۔ ان

میں قارئین کرام اور سائلین کی تشفی اور تسلی کے علاوہ ان شاء اللہ صاحب مسودہ کو سب سے زیادہ فائدہ ہوگا کیونکہ اس میں ان کے مغالطات کا کافی و شافی جواب بھی ہے اور ان کے اشکالات کا ازالہ بھی۔ یوں ایک قابل قدر علمی ذخیرہ اس کتاب کی صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا۔ ملک بھر سے علماء کرام کی طرف سے خطوط اور فون کی صورت میں تحسین و تبریک کے پیغامات موصول ہوئے اللہ کا شکر ہے کہ کوئی تو مرد میدان انجمن نے جمود توڑا۔

اللہ تعالیٰ استاذی المکرم کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر اصلاح اور راہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ واللہ الموفق

قاری عطاء اللہ
ادنیٰ من المعتقدین
استاذ مکرم

تقدیم

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

لما بعد!

اختلاف و انتشار:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد کے باعث ہر چیز میں تغیر رونما ہوا ہے۔ خیر و برکت کا زوال، امانت میں خیانت، علم کا انحطاط، عمل میں کوتاہی، علماء میں باہم جدال، فتاویٰ و مسائل میں تقابل اور کشیدگی، رائے میں اختلاف اور نظری معرکہ آرائی، معاملات میں کسی ایک فریق کی طرفداری اور خصومت، ہر طرف سے اعجاب کُلّی ذی دایہ سرا یہ یعنی اپنی رائے کو دوسرے کی رائے سے بہتر سمجھنا اور تعلیٰ سے کام لینا اور کبر کا اظہار کرنا۔ کبر کے معنی زبان فیض ترجمان صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صادر ہوئے ہیں کہ الْکِبَرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمَطُ النَّاسِ، حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

نشان علم و جہل کی وضاحت ایک مثال سے:

علم کی مثال ایک آفتاب کی سی ہے۔ اس کی شعاعیں سارے عالم کو جگمگا رہی ہیں، لیکن پہاڑوں، درختوں اور بڑی بڑی عمارتوں کے حائل ہونے کے باعث یا گہری خندقیں اور لمبی لمبی غاروں کی وجہ سے کچھ مقامات تاریکی میں رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح اس قدر تاریکیاں اور پردے ہیں جو مخلوق کو علم سے استفادے کا موقع نہیں دیتے۔

مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو، بدلائل شرعیہ و قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے، مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں (۱)

نیز ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”پس ایسا بدست شیخ ہو جانا کہ مامور روٹنی کی کچھ تمیز نہ رہے، یہ اہل علم کا کام نہیں۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ (۲)

کتاب سے متعلق اہل علم سے التماس:

اس جوابی مقالہ میں کسی قسم کی فروگزاشت ہوئی ہو تو مطلع فرمائیں۔ ہمیں کسی قسم کا عار محسوس نہ ہوگا۔ ہم غلطی کے اعتراف اور رجوع الی الحق کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔

ضروری وضاحت:

اس جوابی مقالہ میں کتاب و سنت، صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور اکابر علماء اسلام امت کے اقوال اور آرا کے تحت جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر بحث مسودہ میں دور نبوی اور خلفائے راشدین کے دور کے مثالی ہونے کا انکار نہ ہوتا، قتال فی سبیل اللہ اور مجاہدین کی شرعی حیثیت کو ہدف طعن نہ بنایا جاتا، صحابہ کرام سے لے کر اکابر علماء تک تنقید نہ ہوتی، اس سلسلہ میں سائلین کے شبہات کا جواب دینا ضروری نہ ہوتا تو ہم کبھی اسے موضوع بحث نہ بناتے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

ہمارے پیش نظر کسی پر اپنی برتری جتلا نایا تجارتی اور کاروباری مفاد نہیں ہے، صرف حق کی طلب اور کتمان حق کا خوف دامن گیر ہے۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں امام احمد بن حنبل قید ہو گئے۔ آپ کے چچا نے جیل میں

(۱) تذکرہ الرشید ص ۱۲۲۔ (۲) ایضاً ص ۱۲۳۔

آپ سے ملاقات کی اور کہا، کچھ لوگ چھپ گئے ہیں اور بعض نے حکومت سے معافی مانگ لی ہے۔ وہ سارے غلط ہیں اور تو اکیلا صحیح ہے؟ جیل سے باہر نکلنے کی تدبیر کرو۔ تو آپ نے کہا: یا عم اذا جهل الجاهل و کتم العالم فماذا یبیین الحق؟ (جاہل جانتا ہی نہیں اور عالم بات چھپائے تو حق کب ظاہر ہوگا؟)

ولست وان قُربْتُ يوماً بئانع

خلاقى ولا دینى ابتغاء التَّحَبُّبِ

و یعتدُّه قوم کثیر تجارۃً

و یمنعنی من ذاك دینی و منصبی

”کسی کی دوستی میں، میں اپنے شرف مرتبہ اور دین کا سودا نہیں کرتا اگرچہ وہ مجھ کو

اپنا مقرب بنا لے اور میری تعظیم کرے۔ بہت سے لوگوں نے اسے اپنی تجارت بنا لیا

ہے۔ اور مجھے اس سے میرا دین اور شرف مرتبہ مانع ہے۔“

بحمدہ تعالیٰ ہم اپنے دل میں کسی کے خلاف کینہ، کدورت، ذاتی رنجش محسوس نہیں کرتے البتہ یہ طمع ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو راد حق پر لائے۔ اہل حق سے وابستہ رکھے اور سواد اعظم کا اتباع نصیب فرمائے (وما ذلک علی اللہ بعزیز) آمین ثم آمین۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انما الاعمال بالنیات وانما لكل امرء ما نوى

محمد عیسیٰ عفی عنہ

خادم جامعہ فلاح العلوم و خطیب جامعہ توحیدی

نوشہرہ سانس گوجرانوالہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ، ۱۸ اپریل ۲۰۰۹ء

الجواب: اس مقام میں حضرت سیدۃ فاطمہؓ کی ناراضگی کا ذکر کرنا اور سیدنا ابوبکرؓ کے جواب کا ذکر نہ کرنا بہت بڑی نا انصافی ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے

نحن معشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة۔

”ہم انبیاء کی جماعت وارث نہیں بنائے جاتے۔ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“

حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنے کا ذکر کرنا اور حضرت علیؓ

کی طرف سے معذرت کا ذکر نہ کرنا خلاف دیانت ہے

سیدنا علیؓ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کی معذرت کا ذکر نہ کرنا اور اس میں سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا، اس کا ذکر نہ کرنا اور حوالہ نہ دینا شیعیت نوازی نہیں تو اور کیا ہے؟

لیکن اس کو بطور تقابل ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ یہ بھی حق ہے، یہ کسی طرح قرین قیاس نہیں اور یہ کہنا کہ وہ غسل میں شریک تھے، عین اس وقت یہ مسئلہ پڑ گیا، کسی طرح صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے۔ کیوں کہ تین دن تک مہاجرین و انصار مرد، عورتیں اور بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہے اور آپ کو اس سے پہلے غسل دے دیا گیا تھا۔ طبقات

الجواب: اہل علم جانتے ہیں امت میں اختلاف سے مراد بدعات، خرافات، قتل و قتال (آپس میں) فرقہ بندی ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ یہود و نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹ

اس کو اختلاف امت میں سرفہرست شمار کرنا علم و فہم کی کمی، عقل و دانش کی کج روی اور عین قسم کی غلطی ہے۔

باقی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی کمی ہوتی اور ہونی تھی، بتلایا جائے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ میں کیا کمی تھی اور ان سے کون سی غلطی اور کمی ہوئی؟ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کے بعد اور حضرت علیؓ کے قول ”مشاورت میں ہمارا حق تھا“ کے بعد متصل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر نکتہ چینی اور تشکیک پیدا کرنا صرف سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں نہیں بلکہ دیگر خلفاء راشدین اور تمام صحابہؓ کے بارے میں سوء اعتقاد پڑتی ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت میں ایک دو افراد اور معمولی سی جماعت کا

اختلاف کوئی وزن نہیں رکھتا۔ یہ اختلاف عناد اور اختلاف نفاق کہلاتا ہے

قولہ: ”اس امت میں اختلاف نہ ہو، یہ دعا قبول نہیں ہوئی، اس وجہ سے آپ نے تعین نہیں فرمائی۔“ تعین فرماتے تو یہ اختلاف نہ ہوتا کہ میرے بعد ابوبکرؓ

(۱) مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام، ج ۱، ص ۳۰، طبع مجتہائی دہلی۔

ہوگا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ہمیں خلافت دے گئے ہیں، ہم کہتے ہیں ابوبکرؓ کو دے گئے ہیں۔ اشارے میں صراحت تو ہے ہی کوئی نہیں۔ آپ نے کسی کو متعین تو نہیں کیا۔ یہ اللہ کی مشیت پر صبر کیا ہے کہ اللہ پاک نے کہا اختلاف ہوگا۔“

الجواب: بتائیے جناب مولوی صاحب! آپ کو ایسے شخص سے کیا خیر خواہی ہے کہ وہ ہلاک نہ ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جاتے ہوئے ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ سامری ملعون نے ان کی بات نہ مانی اور ایک پتھر اٹھا لیا۔ قوم اس کی پوجا کرنے لگی۔ بقول مفسرین ستر ہزار آدمی مرتد ہو گئے۔ جو حشر سامری کا ہوا اور پتھرے کے پجاریوں کا ہوا، اس پر کس نے افسوس کیا؟ اسی طرح سیدنا ابوبکرؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو کتنے لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا انکار کیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف قتال کیا۔ کچھ تابع ہوئے اور کچھ مارے گئے تو اچھا ہوا۔ کسی نے ان پر اظہار افسوس نہیں کیا۔ اور اگر آپ اپنی حیات مبارکہ میں خلیفہ کا اعلان کرتے تو پھر بھی یہی ہوتا تھا جس کا آپ کو اندیشہ ہے کہ یہ ہو جاتا، وہ ہو جاتا۔ کچھ بھی نہ ہوتا، وہی ہوتا جو آپ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ہوا۔ جو کچھ ہوا، اچھا ہوا۔ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

الجواب: مولوی صاحب نے اپنی خام خیالی سے یا سوء اعتقادی سے صحابہ کرامؓ خصوصاً سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق ایک مفروضہ قائم کر لیا ہے جو کہ ان کے دل کا بہت بڑا روگ ہے۔ کہتے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کرتے اور اس میں کوئی کمی ہوتی اور ہوتی تھی۔ یہ کیسے باور کر لیا گیا ہے کہ ان سے کمی ہوتی اور کمی ہوئی ہے؟ ہاں تو براہانکم ان کنتم صدقین۔

معلوم کی طرف سے غیر معصومین کو ذمہ داری سوچی گئی۔ تاریخ میں یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں تھا۔ اس کے سوا چارہ ہی نہیں ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ جو کام پہلے انبیاء نے کیا تھا، وہ اس امت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کو تعجب کی نگاہ سے دیکھنا اور الٹا واقعہ قرار دینا سیدنا صدیق اکبرؓ کی شان میں مولوی صاحب کی فہم نارسا یا تذبذب اور تردد کا نتیجہ ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

حدیث میں ہے:

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ
وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (۱)

”بنو اسرائیل کی سیاست کی باگ ڈور ان کے انبیاء کے ہاتھ تھی جب ایک نبی دنیا سے چلا جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا آ جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

یعنی دینی اور دنیوی ذمہ داری اس امت کے سپرد ہو گئی، اب یہ ہی اس نظام کو چلائے گی۔ آخر میں ہم مولوی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ سے کون سی کمی واقع ہوئی؟ آپ سے کون سی کمی کا ظہور ہوا؟ اس کی نشاندہی کریں اور کیا آپ کی خلافت، خلافت موعودہ نہیں تھی؟ آپ خلافت پر متمکن نہیں ہوئے، اس کا صحیح نظام قائم نہیں کیا اور آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں تمکنت اور قوت پیدا نہیں کی؟ آپ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے خوف کو امن میں نہیں بدلا، لوگ شرک چھوڑ کر اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت نہیں کرنے لگے تھے؟ اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا دور دورہ نہیں تھا؟ مرتدین کی سرکوبی نہیں ہوئی اور مسلمانوں کا کذاب کا قضیہ ختم نہیں ہوا؟ آخر کون سی کمی تھی اور ہونی تھی (معاذ اللہ) جس کا ظہور ہوا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم اقدس پر خلافت کی وجہ سے آپ کی شان و عظمت میں اضافے کی بجائے کوئی

حرف آیا ہو؟ اسی طرح مولوی صاحب نے کہا ہے کہ معصوم کی جگہ غیر معصوم بیٹھے گا، غیر معصوم ہے ہی اس لیے کہ اس نے خطا کرنی ہے۔ خود مولوی صاحب نے تو سیدنا صدیق اکبرؓ پر خطا کی فرد جرم عائد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے کیا خوب کہا ہے:

دوسروں کو بڑا سمجھتا ہوگا۔ ایسا ہی جو صحابہ کی چھوٹی لغزشات کو بڑھا کر پیش کرتا ہے، لا یہ کہ وہ دوسروں کی بڑی لغزشات سے چشم پوشی کرتا ہوگا۔ یہ بہت بڑی جہالت اور ظلم ہے۔“

(۱) منہاج السنہ ص ۲۰۰ ج ۳ مطبع الکبریٰ لا میر یہ ہدایہ مصر الحمد

محمد یہ کے لیے ابر رحمت، ملت اسلامیہ کے وارث، خیر الخلاق بعد الانبیاء کی شان میں اس قدر ہرزہ سرائی اور غلط تاثر اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مولوی صاحب کا سینہ ان مبارک ہستیوں کے لیے صاف نہیں، بلکہ ان کے بارے میں سینہ کینہ سے آلودہ ہے۔ جس عنوان سے مولوی صاحب نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں ریمارکس دیے ہیں، وہ ایک رافضی کا دھیرہ ہو سکتا ہے۔

بخدا! سیدنا صدیق اکبرؓ سے نہ کوئی کمی ہوئی اور نہ کبھی اس کا ظہور ہوا، نہ کسی مسئلہ میں خطا کی، نہ تاریخ کے آئینہ میں کہیں اس کا ذکر ہوا، لیکن ایمان کی کمی کے باعث مولوی صاحب کی نظر و فکر نے خطا کی کہ اتنی بڑی ہستی کے خلاف بلاوجہ خطا کا الزام لگا دیا۔

نیکوخواہان اہل خرد کہ نام بزرگاں بڑشتی برد

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے شیطان کی دسترس سے محفوظ

ہوتے ہیں، خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء

”اللہ ان کو معصوم سمجھتے ہیں، نہ محفوظ سمجھتے ہیں۔“

اللہ ان کو معصوم سمجھتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی نفوس شریفہ ہیں جن کی عصمت کا ذمہ اللہ تعالیٰ لے لیا ہے، بلکہ اللہ کے کتنے نیک بندے ہیں جن کو قرآن عبداً اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ وہ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

صحابہ کی شان تو بہت بڑی ہے۔ خصوصاً سیدنا صدیق اکبرؓ کے کیا کہنے جو خیر الخلاق بعد الانبیاء ہیں، لیکن مولوی صاحب ہیں جو کسی طرح سیدنا صدیق اکبرؓ کا پچھا نہیں چھوڑتے اور ان کو موضوع سخن بنا لیا ہے اور ان کا پہلا وار سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں کہ وہ نہ ان کو معصوم سمجھتے ہیں اور نہ محفوظ، اس لیے شیعہ کے رد میں ان کے نزدیک ابو بکرؓ کی براءت کرنا حد نہ تھا اور غلو ہے۔ نیز کہتے ہیں ہم کسی کے رد میں اپنا راستہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس صاف نظر آ رہا ہے کہ خلافت کے مسئلہ میں مولوی صاحب کا وہی موقف ہے جو شیعہ کا ہے۔ کہتے ہیں ”چونکہ یہ ہونے والا تھا، ان سے بشری خطا ہونی تھی“۔ یہ ہے ان کی علمی لا حاصل کا نتیجہ۔

دار کھنا چاہیے کہ عصمت کی حقیقت حفاظت غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال و افعال، المواقف، احوال، اعتقادات اور مقامات کو راہ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ یہی حفاظت جب انبیاء سے متعلق ہو تو اس کو عصمت کہتے ہیں اور اگر کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے، لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے۔

شیعوں اور روافض کی طرف سے کھلے بندوں سیدنا صدیق اکبرؓ پر ہرزہ سرائی کی جائے؟
ہماری طرف سے اس کا صحیح جواب بھی نہ آئے جس کو مولوی صاحب غلو کہتے ہیں تو یہ
مداہنت اور کتمان حق نہیں تو اور کیا ہے؟

مولوی بے چارہ تو خود شیعوں کی طرح اس مرض میں مبتلا ہے۔ وہ کسی طرح سیدنا
صدیق اکبرؓ کو معاف کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ بار بار ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ کسی
طرح سامعین کو باور کرائیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ سے کمی ہوئی، خطا ہوئی، وہ نہ معصوم تھے
نہ محفوظ۔ بڑے لوگوں کے حق میں یہی گستاخی اور سب ہوتا ہے۔ جو شخص شیخین صحابہؓ کے
حق میں اتنی بڑی جسارت سے کام لیتا ہے ۱۰۰ حضرات کی طرف سے دفاع کو غلو نہیں
کہے گا تو اور کیا کہے گا؟

ہی جو لوگ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر معترض ہوتے اور پھر رجوع نہ کرتے تو مارے
جاتے اور ابلیس کی طرح جو اپنے انکار پر مصر ہوتا تو راندہ بارگاہ الہی ہوتا۔ اہل سعادت کو
سعادت نصیب ہوتی اور اہل شقاوت کو بدبختی اور محرومی۔ وہی کچھ ہوتا جو ہوا۔ معلوم نہیں
مولوی صاحب کو کیا خطرہ درپیش ہے اور وہ کن کا تحفظ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ سیدنا صدیق
اکبرؓ کی بیعت نہ کر کے محفوظ رہے اور ان پر افتاد نہ آئی۔ شاید کہ اس سے وہ شیعوں کو پناہ
دینا چاہتے ہیں جنہوں نے آج تک سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کو تسلیم کرنے کے
بجائے آپ کی ذات بابرکات پر طعن کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنا رکھا ہے۔ دنیا اور آخرت کی
رسوائی ان کا مقدر بن چکی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر مہاجرین اور انصار
کے اجماع کے بعد کسی کا خلاف حجت نہیں

”ایک خارجی عبد الملک بن مروان کے سامنے لایا گیا تو اس نے کوسا کہ
کہاں ہر وقت تم جھگڑتے رہتے ہو؟ تو اس نے یہ سوال کیا کہ اللہ کے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیوں نہیں کیا؟ عبد الملک چپ ہو گیا۔ خارجی نے کہا
اس لیے نہیں کیا تھا کہ اس امت میں اختلاف رہنا تھا تو اللہ کی مشیت کے سپرد
کر دیا۔ یہ جواب مجھے بڑا اچھا لگا۔“

الجواب: مولوی صاحب کو ایک خارجی کا جواب تو اچھا لگا جنہوں نے سیدنا علی کرم
اللہ وجہہ سے بغاوت کی اور ان کے خلاف خروج کیا اور ان سے جنگ کی یہاں تک کہ
ان کی تکفیر کے قائل ہوئے، لیکن یہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا کمال ہے کہ آپ نے ان کی
شان ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب کے ہمنوا خارجی کا جواب حجت ہے یا
سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر مہاجرین و انصار صحابہؓ کا اجماع حجت تامہ اور واجب
الاسلم ہے جسے مولوی صاحب بلاوجہ مختلف فیہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟
زفہم نار ساست کہ آنجانمی رسد

الجواب: مولوی صاحب کہتے ہیں کہ معصوم کی جگہ غیر معصوم آ رہا ہے، اس لیے اس نے خطا کرنی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کرتے، تب بھی ان سے خطا کا ظہور ہوتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ خلیفہ اور غیر متعین کردہ خلیفہ میں کیا فرق باقی رہا؟ جب اس نے ہر صورت خطا کرتی تھی تو

مذکورہ بالا عبارت میں مولوی صاحب نے تعین کی ترجیح کو تسلیم کر لیا ہے اور کہا ہے کہ سارے ہی مان جاتے اور جب سارے ہی مان جاتے تو اب حضرت ابوبکرؓ میں کون سی کمی بیشی بطور انسان باقی رہتی؟ یہ ہے مولوی صاحب کی لا حاصل بحث جس کی وہ بار بار رٹ لگا رہے ہیں اور اپنی قسم قسم کی لفاظی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

بجائیں فضول تھیں کھلا حال دیر میں
افسوس عمر کٹ گئی لفظوں کے پھیر میں

یہ لوگ میدان میں نہ آئے۔ کیا سیدنا صدیق اکبرؓ ایسے ہیں کہ اگر سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مقرر کر دیتے تو ان سے ضرور خطا کا ظہور ہوتا؟ (معاذ اللہ) مولوی صاحب کہتے ہیں کہ شیعوں کی رد میں غلو سے کام لے کر حضرت ابوبکرؓ کی صفائی کیوں پیش کریں۔ میں پوچھتا ہوں یہ تو شیعوں کے رد میں مولوی صاحب نے غلو سے کام نہیں لیا بلکہ اعتدال اختیار کیا ہے، بصورت دیگر اگر شیعوں کے رد میں غلو

الک۔ اسی طرح مولوی صاحب کو سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت میں کمی بیشی نظر آئی ہے اور بقول ان کے اس سلسلہ میں ان سے خطا ہوئی کیوں کہ وہ نہ محفوظ تھے اور نہ معصوم۔ مولوی صاحب کے طعن میں کیا کمی باقی رہ گئی ہے اور اس سے زیادہ وہ کیا کہہ سکتے ہیں؟

الجواب: مولوی صاحب نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کو مختلف فیہ ثابت کر کے گول کر دیا ہے کہ یہ بھی سچے تھے اور وہ بھی سچے تھے اور حقیقت حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور یہ نہیں بتایا کہ سیدنا علیؓ نے رجوع کر لیا۔ اسی میں ان کی اور طبقہ بنو ہاشم کی اہلیت اور سرفرازی تھی۔

حاجی عبدالوہاب صاحب کو حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ
کی شبیہ قرار دینا غلو اور شرم ناک ہے

الجواب: ذرا غور فرمائیے اس پوری تحریر میں کہ کبار صحابہؓ کا نام اس طرح لیا گیا ہے جیسے کوئی یہ عام لوگ ہیں (ابوبکرؓ ابو ہریرہؓ) نیز یہ تشبیہ کا بہت بھدا تصور ہے۔ اپنے آدمی کو بڑھانا اور علماء کرام کی توہین اور ان کی عظمت کو ایک ان پڑھ، خود رائے شخص کی خاک پا سے پست قرار دینا گھٹیا ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس کو سیدنا صدیق اکبرؓ کی شبیہ اور مثیل کہنا بہت شرمناک حرکت ہے۔ اہل علم اور علمائے کرام کے لیے تو بہت بڑا فضل ہے کہ روایات حدیث اور علم شریعت کی بدولت انہیں حضرت ابو ہریرہؓ سے تشبیہ حاصل ہو، لیکن وہ کون سی علل اور وجوہ ہیں جن کے باعث حاجی عبدالوہاب کو حضرت ابو ہریرہؓ سے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کی شان حاصل ہوئی ہے؟ نیز

اکبر کا مقام و مرتبہ حاصل ہے تو حاجی صاحب حضرت ابو ہریرہؓ سے افضل ٹھہرے۔ جس شخص کی لب کشائی سے سید الطائفہ، شیخ الصحابہ، خیر الخلائق بعد الانبیاء نہیں بچ سکے تو اہل علم کس قطار میں ہیں!

گھائل تری نظر سے بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

ہمارے شیخ اور استاذ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی، بڑے بڑے علماء نے ان کی خدمات کو سراہا اور ان کے علمی اور عملی مرتبہ کو تسلیم کیا۔ محدث کبیر، مولانا شمس الحق افغانی اور امام خطابت مولانا سید عطاء المنععم شاہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کی پوری اکیڈمی وہ کام نہ کر سکی جو علماء دیوبند کے اس ایک فرزند ارجمند نے کیا۔ بایں ہمہ مولوی صاحب کہتے ہیں:

”مولانا سرفراز خان صاحب ہمارے سر کے تاج ہیں، لیکن انہوں نے ساری زندگی منفی پہلو پر لکھا ہے۔ منفی پہلو پر لکھتے لکھتے قلم میں شدت آ جاتی ہے۔ ان کی جو کتب ہیں، ان میں بریلویت کا رد، رافضیت کا رد، غیر مقلدیت کا رد، رد، رد، ساری زندگی رد میں گزری ہے تو جو آدمی رد کرتا رہتا ہے، اس کی بات میں شدت آ جاتی ہے۔ (لہذا ان کی ہر بات ماننا ضروری نہیں)“

علماء کرام کے لیے لمحہ فکریہ

یہ لوگ علماء کرام کو یہ کہہ کر اغواء کرتے ہیں کہ یہ جو کام ہم کر رہے ہیں، یہ دراصل ہمارے کام ہے۔ علماء آگے آئیں اور اس جماعت کی قیادت کریں۔ دراصل یہ ان کی جہل سازی اور فریب ہے۔ ان کے ہاں علماء کا کوئی مقام نہیں۔ یہ علماء کرام کو حقیر سمجھتے ہیں۔

ان کو چاہیے کہ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔ اپنے خزانہ علم کی حفاظت اور وراثت نبویؐ کا پاس کریں۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اسلاف امت کا طرز زندگی اپنائیں۔ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی اقتدا اور اپنی خدا داد بصیرت اور فہم و فراست کے تحت جہاد و قتال فی سبیل اللہ، دینی، سیاسی، علمی اور ہر قسم کی انسانی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے بعد مولوی صاحب کی حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں لاف زنی کہ وہ سو نمبر نہیں لے سکے اور اس کا جواب الجواب: سیدنا صدیق اکبرؓ پر ہاتھ صاف کیا تو اب چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعاقب کریں تاکہ حضرات صحابہؓ کے سیدین، مخدومین، شیخین پر جرح کر کے ان دونوں کو راہ سے ہٹالیں اور ہمارے لیے طعن و تشنیع اور تنقید کی راہ آسان ہو جائے۔ سیدنا عمرؓ کی خلافت سے متعلق کوئی بات سامنے نہ آئی تو ایک مفروضہ قائم کر لیا کہ نبی بننے میں حضرت عمرؓ ۱۰۰ نمبر نہ لے سکے۔ ارے بندہ خدا! نبوت ایک امر وہی ہے جس میں کسی کو

مولوی صاحب کے مفروضہ کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کہے زید بایں ہمہ بلند و بالا مرتبہ کے باپ کا مقام نہ لے سکا۔ ایک آدھ نمبر کی کسر باقی رہ گئی، ورنہ یہ زید

باپ کی جگہ ہوتا۔ جو باپ کے حقوق ہیں، وہ جملہ حقوق اس کو حاصل ہو جاتے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ ایسے شخص کے جواب میں کہا جائے گا کہ زید کے متعلق یہ

مولوی صاحب کی دیدہ دلیری اور جسارت کہ نبوت کے ۱۰۰ نمبر بنادیے اور حضرت عمرؓ کو ننانوے نمبر دے دیے اور کہا کہ ہم انہیں ساڑھے ننانوے نمبر تو دے سکتے ہیں، آدھا چھوڑیں گے تاکہ نبی اور غیر نبی میں فرق باقی رہے۔ مولوی صاحب اپنی طرف سے ننانوے نمبر پر مزید آدھا نمبر حضرت عمرؓ کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ یعنی حضرت عمرؓ کی رسائی مرناوے سے اوپر نمبر حاصل نہیں کر سکے تو مولوی صاحب کے پاس ایک آدھ نمبر کہاں سے آیا جن کی وہ نگہداشت کر رہے ہیں۔ لا اللہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ خود فرمان نبویؐ کے مطابق نبوت کے اجزاء میں صرف ایک جز رو یا صالح باقی ہے جو چھیا لیس اجزاء میں سے ایک جز ہے تو مولوی صاحب کی کشکول میں ۱۰۰ نمبر کہاں سے آگئے؟

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الحیاء شعبۃ من الایمان (۱)
 ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا، ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“

علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی۔ وہ تو عمر کو سمجھانے کے لیے آئے تھے نہ کہ آپس میں ان کا کوئی جھگڑا تھا۔ علی بھی سچا تھا، عباس بھی سچا تھا۔ افسوس اس جواب میں کتنا فریب اور مغالطہ آفرینی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا۔ اس میں واقعی داؤد کی آزمائش تھی تو کیا اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ امیر المؤمنین کی آزمائش کرنا چاہتے تھے؟ باللعجب ولضیعة الادب

آپؐ نے ان کو ایسا جواب دیا جس سے وہ دونوں حضرات خاموش ہو گئے اور پھر کبھی انہوں نے امیر المؤمنین کے سامنے اس قسم کا مقدمہ لانے کی جسارت نہ کی۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں مولوی صاحب

۳۶

کے نازیبا الفاظ سوء ادب پر مبنی ہیں

قولہ: (۱) ”حضرت علیؓ حق پر تھے اور معاویہؓ خطا پر تھے۔“
 (۲) ”چھوٹے درجہ کے صحابہ میں معاویہ کو انیس برس حکومت کا تجربہ حاصل

الجواب: اس بیان میں مولوی صاحب نے اپنی خام خیالی سے بے تکی باتیں کی ہیں۔ جمہور اہل سنت محدثین و فقہاء کرامؓ نے لکھا ہے کہ سیدنا حسنؓ کی بیعت کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت، خلافت عادلہ تھی جس کا درجہ خلافت راشدہ کے بعد سے تو (۲) معصوم اور محفوظ کو ایک چیز قرار دینا علم کلام اور علم عقائد سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ معصوم عن الخطاء انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے نفوس مبارکہ ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہوتی ہے۔ محفوظ تو وہ ہے جس کو اللہ محفوظ رکھے اور

ما، اس لیے اللہ

تعالیٰ کی طرف سے حکومت اسلامیہ کے لیے ان کا انتخاب ہوا۔ یہ ہے ان لوگوں کی ذہنیت، یہ ہے ان لوگوں کا صحابہ کرامؓ کو پرکھنے کا معیار۔ بنیاد بھی غلط اور مصداق بھی غلط۔ اسلام میں تقویٰ اصل الاصول ہے اور تمام نیکیوں کا جامع ہے۔ حکومت اسلامیہ تو

(۴) ”معاویہؓ، عبداللہ بن عمرؓ کے تو ناخن کے برابر بھی نہیں تھے درجہ کے لحاظ سے“ یہ بہت ہی بھدی تعبیر اور سو قیامتہ انداز ہے۔ نہ لکھنے میں نہ پڑھنے میں نہ قرینہ میں نہ تمیز میں۔ کبار صحابہ کی نظر میں حضرت معاویہؓ کا بہت بڑا مقام ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نو جوان صحابہ وغیرہم کا شمار ان کے عزیزوں میں ہوتا ہے۔ عبداللہ

یرید الدنیا اور کہا یہ کن کے بارے میں ہے؟ وہیں چپ ہو کے چلا گیا۔“
الجواب: طالب دنیا وہ ہوتا ہے جو اپنی زندگی میں دنیا داری کو دین پر ترجیح دے۔ یہ معروف اصطلاح ہے۔ طالب علم دور حاضر کے عرف کے مطابق پوچھ رہا تھا کہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا کا طلبگار کہا جاسکتا ہے؟ مولوی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جنگ احد میں بعض صحابہ کرامؓ سے جو لغزش ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں زجرِ مال غنیمت کے طمع میں محاذ اور مورچے کو چھوڑنے پر مرید دنیا کہا، اس پر مولوی صاحب نے صحابہ کو دنیا کا غالب قرار دے دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۔ ہمیں تفاوتِ راہ از کجاست تا کجا

بقول مولوی صاحب ”دور نبوی اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں

ہمارے لیے مثال موجود نہیں“ اس کا جواب

قولہ: ”دور نبوی اور خلفاء راشدین کے دور میں ہماری مثال موجود نہیں۔“

الجواب: اس جملہ سے جو ضابطہ اور قانون مفہوم ہوتا ہے وہ کتاب اللہ اور سنت

رسول اللہ کے بعینہ متصادم ہے۔ سورۃ احزاب میں ہے:

اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی ذات میں تمہارے لیے عمل کا بہترین نمونہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ دور نبوی میں نمونہ بجائے خود کوئی مثال بھی نہیں۔ ایک مسلمان کے لیے مسلمان کی حیثیت سے دور نبوی میں کوئی مثال نہیں تو وہ اور کس چیز کو مثال بنائے؟

الجواب: معلوم نہیں مولوی صاحب کو بقول ان کے، کچے مسلمانوں کو مزید بودا اور کمزور بنی اسرائیل کا زناستہ دکھانے کی کیا پڑی ہے۔ ان کو چاہیے تھا کہ کچے مسلمانوں کو صحابہ کرامؓ کی راہ دکھاتے تاکہ ان میں جذبہ استقامت و عزیمت پیدا ہوتا کہ اسلام کا دفاع کریں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ کی بنی

مولوی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اس مسئلہ کا ماخذ ذکر نہیں کیا۔ بات اس قدر اہم تھی۔ حضرت حسنؓ بھی اسے نہ سمجھے اور آپ کے بعد سادات خاندان یکے بعد دیگرے بنو امیہ سے بنو عباس تک ہر دور میں مزاحمت کرتے رہے اور خود خلافت کے مدعی بن کر علم جہاد بلند کیا۔ انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول یاد نہیں رہا تھا جب کہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ جیسے ائمہ سادات کے حامی تھے۔ انہیں حضرت حسنؓ کے قول پر تنبیہ نہیں ہو، یا للعجب وللضیعة الأدب۔

الجواب: تکفیر جیسے نازک مسئلہ میں اور تکفیر بھی صحابہ کی اتنی بڑی جرأت صرف اس بنا پر کہ میں نے اپنے اکابر کے فتویٰ میں پڑھا ہے کہ صحابہ کو کافر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا، کتنی بڑی دیدہ دلیری اور جسارت ہے۔ مولوی صاحب کو اتنی بات یاد ہے ابو بکر کی بیعت خالد بن سعید بن العاص نے نہیں کی، امام احمد رضا کی تحریر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کفر تک پہنچاتی ہو، مولانا مودودی مرحوم نیک آدمی اچھے عالم تھے، حضرت ابو بکر صدیق سے کمی بیشی ہونی تھی، بطور انسان ہم ان کو معصوم سمجھتے ہیں نہ محفوظ، شیعوں کے رد میں حد سے تجاوز کرنا غلو ہے، ہم کسی کے رد میں اپنا راستہ نہیں چھوڑیں گے، چنگیز خان بلا کا آدمی تھا، ملا عمر اور طالبان بیوقوف اور جنگ سے ناواقف ہیں، لیکن جناب کو یہ معلوم نہیں ہے کہ کس بزرگ کی کتاب میں آپ نے پڑھا ہے کہ صحابہ کی تکفیر سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

۱۳۰

جواب: جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے، وہ ملعون ہے۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔

رشید احمد ۱۳۰۱ھ (۲)

یہ عبارت ہمیشہ محل بحث رہی ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے اس سوال کا مفصل جواب تحریر فرمایا ہے جس پر اکابر علماء کی تصدیقات ثبت ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، رئیس المناظرین مولانا عبدالشکور سنوٹی، سلطان المناظرین مولانا مرتضیٰ حسن جیاندیوری، یکتائی روزگار مولانا حبیب الرحمن الہی وغیرہم۔ جواب میں مولانا نعمانی کے الفاظ یہ ہیں:

”جو ملعون صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر کرے، وہ ہرگز اہل سنت و جماعت میں سے نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ کی اصل عبارت یہ ہے: ”اور وہ اپنے اس

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰۹ (۲) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۰

۱۳۱

کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔“ کاتب کی غلطی سے ”ہوگا“ کی بجائے ”نہوگا“ چھپ گیا ہے۔ قطع نظر دلائل خارجیہ کے، حضرت مولانا کا یہ لفظ کہ ”وہ ملعون ہے، ایسے حص کو امام مسجد بنانا حرام ہے“ خود اس کی روشن دلیل ہے کہ یہ صرف کاتب کی غلطی ہے۔ اگر کچھ عقل ہوتی تو فتاویٰ کے انہی الفاظ سے حضرت مولانا مرحوم کا صحیح مسلک معلوم ہو سکتا تھا، لیکن اس کا کیا علاج کہ عقل کی رضا خانیوں سے ہم سے بھی پہلے کی لڑائی ہے۔ الغرض یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی

سے کافر نہ ہونے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ شومی قسمت! کسی سے آداب سیکھ لیے ہوتے کہ چھوٹے لوگوں کا قول بڑوں کے خلاف معتبر نہیں ہوتا۔ بزرگوں کے فتاویٰ میں یہ تو دیکھا ہے کہ صحابہ کرام کی بلکہ علی الاطلاق سب صحابہ کی تکفیر سے آدمی کافر نہیں ہوتا، لیکن یہ دیکھنے

۱۳۲

الجواب: مولانا صاحب تو بچوں کو اصل میں جانے اور اصل تک پہنچنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور کہتے ہیں سطحی زندگی سے بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا رونا روتے ہیں کہ آج کل سطحی طرز کا علمی ماحول چل رہا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں تمہیں بڑی

گہری سوچ کے بعد یہ چیزیں بتا رہا ہوں۔ افسوس جس چیز سے آپ بچوں کو بچانا چاہتے ہیں، آپ خود اسی کا شکار ہیں آپ کی گہری سوچ سطحی بلکہ اسلوب لسانی سے نا آشنا ہے۔

ارے بندہ خدا! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ہے: کلہم فی النار الا ملۃ واحده تو اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے اس تقابل میں آنحضرت نے دو طبقات کا ذکر کیا ہے، ایک ناری اور دوسرا ناجی۔ آپ نے طبقہ ناری میں دخول جنت بواسطہ جہنم کی تشکیک پیدا کر کے کلہم فی النار میں کلیت کا رد کیا ہے اور اس نوع کو فی

دخول جنت بواسطہ جہنم آپ کی اختراع ہے۔ کیا دخول جہنم بھی جنت میں پہنچنے کا واسطہ ہو سکتا ہے؟ دخول جنت رحمت الہی اور شفاعت پیغمبر سے ہوتا ہے اور شارحین ایسی صورت کو دخول اولی اور دخول غیر اولی کا عنوان دیتے ہیں اور یہ صورت ما انا علیہ و اصحابی میں ممکن ہے، اس لیے آنحضرت اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ میں دو چیزیں داخل ہیں۔ ایک ایمان اور عقیدہ، دوسرا عمل اور اس کا طریق کار۔ اس کو قرآن مجید نے

باقی رہا مولوی صاحب کا مغالطہ امتی کے لفظ سے تو یہ امت باعتبار گزشتہ کے ہے جو پہلے امت تھی، بعد میں برے اعتقاد کی وجہ سے بدل گئی۔ اب امت نہیں رہی۔ قرآن میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والی امت کو خطاب کے بعد فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ
وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (۳)

گئے۔ (ان پر کیا الزام ہے؟) آخر جب میدان میں ٹکست ہو جائے اور وہاں میدان کارزار کافروں کے ہاتھ آجائے تو اپنی پناہ گاہ میں آنا کون سا جرم ہے؟ اور یہ کہنا کہ سارے حضرات مفرد ہو گئے، نہایت غلط تعبیر ہے۔ مفرد تو وہ ہوتا ہے جو عین میدان جنگ سے اپنے امیر کو چھوڑ کر بھاگے۔

سند متصل سے مجھے استاذی و شیخی حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے پوتے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دام مجدہ نے بتلایا جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے دوران گفتگو کہا آپ کے دادا بہت بزرگ تھے۔ ان کی بڑی غلطی تھی کہ عامۃ الناس کو قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ یا للعجب ولضیعة الادب۔ ہم تو یہ سنا کرتے تھے حاجی صاحب حضرت شیخ لاہوری کے تربیت یافتہ ہیں۔ لیکن ہمارا دیدہ و شنیدہ غلط ثابت ہوا۔ حضرت لاہوری نے اللہ کی کتاب کو اپنی زندگی کا پروگرام بنالیا تھا، وہ اسے ہدایت کا اول درجہ سمجھتے تھے، لیکن یہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں، اپنے آپ کو راہ راست پر سمجھتے ہیں اور حضرت لاہوری کو غلطی کا الزام دے رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بتلایئے ان لوگوں کے اقوال کی کیا تاویل کی جائے!

یہ لوگ درس قرآن کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے ان کے مراکز میں درس قرآن کے نام کا باقاعدہ کوئی پروگرام نہیں کیا جاتا اور نہ ہی درس قرآن کی ان کے ہاں کوئی اہمیت ہے۔ تعلیمی اور نصابی کتابوں کو یہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خلق خدا کا تزکیہ قرآن کی تلاوت سے کریں، اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اس کو بہت بڑا

الحاصل صلح حدیبیہ میں صلح کا مدار امر ربی تھا۔ ابو جندلؓ کو واپس کرنا ایفائے عہد تھا نہ کہ کمزوری۔ مولانا نے اپنے ذہن میں یہ طے کر لیا کہ واقعہ حدیبیہ کمزوری اور مجبوری کی

۱۶۱

وجہ سے پیش آیا۔ اسی کو ایک اصول بنا کر اس پر نتائج، اپنے مقاصد اور مطالب اور مسئلہ کی بنیاد رکھی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

۱۶۲

صرف اپنے ملک کے لیے نہیں، بلکہ اس میں پاکستان کا دفاع بھی ہے۔ عرب و عجم کے علماء اور عام اہل اسلام نے بھرپور حصہ لیا اور روسیوں کے چھکے چھڑا دیے۔ طالبان کا دور آیا، انہوں نے اسلامی حکومت قائم کی تو یہ فتح جہاد کے نتیجے میں حاصل ہوئی۔ اگر وہ استعداد کا انتظار کرتے جسے مولانا جہاد کے لیے شرط قرار دے رہے ہیں تو کبھی بھی فتح کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

۱۶۳

اور استعداد کے مطابق جنگ لڑ رہے ہیں۔ اکابر علماء اسلام میں سے کسی ایک نے یہ نہیں کہا کہ ان حالات میں جہاد نہیں کرنا چاہیے اور ان کا یہ جہاد، جہاد نہیں ہے۔ معلوم نہیں مولانا کے ساتھ وہ کون سے علماء اہل فتویٰ کی جماعت ہے جو موجودہ حال میں لڑی جانے والی جنگ کو جہاد نہیں سمجھتی۔

اسی کے پیش نظر جب یزید کی حکومت قائم ہو گئی تو صحابہ کرامؓ نے امت کی بھلائی اسی میں سمجھی کہ اب جب کہ قتال کا راستہ بند ہو گیا ہے، اسے دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہیے۔ یہی مصلحت تھی اسے مدافعت اور کمزوری پر محمول کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ ہاں اگر ایسے

۱۶۹

الجواب: یہ بھی مولوی صاحب کا محض دعویٰ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خود صحابہ کرامؓ کے کئی طبقات تھے، اعلیٰ، اوسط اور اذنی۔ سورۃ حجرات میں ہے

معلوم ہوا کمزوری کا علاج اللہ جل شانہ پر توکل کرتے ہوئے میدان جہاد میں حصہ لینے کا نام ہے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے، نہ یہ کہ ان کے لیے میدان جہاد سے راہ فرار کو عین راہ ثواب اور جائز قرار دینا ہے جیسا کہ مولوی صاحب نے اس مقصد کے لیے ایک لمبی چوڑی تمہید قائم کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب اُحد کو جنگ بدر کی مثال دے کر اطمینان دلایا
قولہ: ”بدر میں تین سو تیرہ تھے تم نے ابھی تک تین سو تیرہ بھی نہیں تیار کیے۔“

الجواب: مولوی صاحب ان لوگوں کو طعن دے رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں اصحاب بدر کی تعداد کا تذکرہ کرنے والے اصحاب بدر کی تعداد کو سند اور جواز کے طور پر پیش کرتے

۱۷۰

ہیں اور یہ ہمارے لیے اس دور میں مثال نہیں ہے۔

غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہ بدر کو بطور نظیر کے پیش فرما کے اہل احد کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور مدد کا وعدہ کرتے ہیں اور مولوی صاحب ہیں کہ وہ بدر کو بطور مثال پیش کرنے کی نفی کرتے ہیں۔

مولوی صاحب دور حاضر میں جہاد کا وقت نہیں سمجھتے

قولہ: ”الجہاد الجہاد۔ کوئی جہاد کا منکر ہو سکتا ہے؟ کوئی قرآن کا منکر ہو کے کہاں جائے گا؟ جہاد کا انکار تو قرآن کا انکار ہے، قرآن کا انکار عین کفر ہے۔ ہاں! وقت میں اختلاف ہے کہ وقت ہے یا نہیں ہے نماز تو فرض ہے، پر وقت داخل ہوا ہے کہ نہیں ہوا؟ کہ پہلے ہی اللہ اکبر۔“

الجواب: مولوی صاحب نے جہاد کے لیے مناسب اور موزوں وقت نہ

۱۷۱

ہونے کا داویلا کیا ہے، لیکن خود جہاد کے لیے صحیح وقت کا تعین نہیں کیا صحابہؓ کے بعد کس

(۲) جناب موصوف کو یہ جنگیں بھی نظر نہیں آئیں جہاد کی نفی میں صلواتیں سناتے چلے گئے اور اپنے دور کی حالیہ جہادی مساعی کا تذکرہ ہی نہیں کیا تا کہ معلوم ہو مولوی صاحب جہاد کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو وقعت دیتے ہیں۔ حرمین شریفین میں افسوس رائے ونڈ کی سالانہ اجتماعی دعا میں اہل اسلام ان کلمات کے سننے کو ترستے ہیں، انہیں اس طرح کی آواز سننے میں نہیں آتی۔

ان کے قائدین کے تازہ بیانات سے جہاد کے متعلق ان کے نظریہ کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

”اسلام کے نام پر انتہا پسندی قابل مذمت ہے۔ اسلحہ کے زور پر شریعت نافذ نہیں کی جاسکتی“ (تبلیغی اجتماع، اسلام آباد ۲۰۰۹ء)

۱۷۲

”اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء کے تحفظ اور ان کے مذاہب کو نافذ کرنے کے لیے فرشتے بھیجتا۔ حضورؐ نے کبھی طاقت استعمال نہیں کی“ (حاجی عبدالوہاب)

”مسلمانوں کو طاقت کے ذریعے اپنا عقیدہ نافذ کرنے کی بجائے اسرائیل سمیت پوری دنیا میں امن، بھائی چارے کی تبلیغ کرنی چاہیے“ (مولانا محمد احمد، مولانا جشید)

”اسلام آباد (نیٹ نیوز) تبلیغی جماعت کے رہنماؤں نے اسلحہ کے زور پر شریعت کے نفاذ، مذہبی انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور دہشت گردی کو مسترد کر دیا ہے۔ تبلیغی جماعت کے امیر حاجی عبدالوہاب نے اسلام آباد میں تین روزہ تبلیغی اجتماع کے اختتامی روز خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلحہ کے زور پر شریعت نافذ نہیں کی جاسکتی۔“

۱۷۳

کبھی نہ ہوتا۔ یہ حضرات مسلمانوں سے برسر پیکار حربی کافر اسرائیل کے متعلق، جو فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے، جہاد کی بجائے دعوت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسرائیل

۱۷۴

محاذ جنگ میں اپنی کارروائیاں جاری رکھے گا یا ان کی دعوت قبول کرے گا؟ یہ کتنا بودا خیال ہے!

قولہ: ”موسیٰ علیہ السلام کی قوم بولی: اودینا من قبل ان تاتینا۔ موسیٰ تیرے آنے کا کیا فائدہ ہوا؟ تیرے آنے سے پہلے بھی عذاب میں تھے، تیرے آنے کے بعد بھی عذاب میں ہیں۔“

الجواب: مولوی صاحب کمال ہی کرتے ہیں۔ اپنے خود ساختہ مضمون کو ایک عنوان دیتے ہیں، پھر اسی مضمون کو پورا کیے بغیر اپنی کہانی کہ ہم کمزور ہیں جہاد کے حق میں نہیں دہرا کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ نہیں لکھا قوم کے اس شکوہ کا سیدنا موسیٰ علیہ

۱۷۷

مسلک پر ثابت قدم رہے۔ بنی اسرائیل میں جانے کی بجائے مولوی صاحب کو دور نبویٰ اور صحابہ کرام کا دور بھول گیا جو کئی زندگی میں ایک مثالی دور تھا۔ کسی امت نے بھی اس

۱۷۸

طرح کی مثال پیش نہیں کی، لیکن کیا کریں مولوی صاحب دور نبویٰ اور دور صحابہؓ کو اپنے لیے اسوۂ حسنہ نہیں سمجھتے۔ انہیں بنی اسرائیل کے دور میں جانے کا بہت شوق ہے۔

۱۸۰

طرح غزوہ حنین میں حسب حال اس قاعدہ اور ضابطہ کو کبھی ترک نہیں کیا۔ حیرت ہے مولوی صاحب کو بدر کے نام اور بدری تعداد سے کیوں چڑ ہے۔ بار بار کہتے ہیں بدر ہمارے لیے حجت نہیں۔ آج بھی اگر وہی احوال اسلامی مرکز سے متعلق پیش آجائیں جو دارالبحر قدیمہ منورہ میں بدر کے وقت پیش آئے تھے تو بدر ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ بدر کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

صلی اللہ علیہ وسلم بھی مطمئن، صحابہ بھی مطمئن۔ بدر میں اللہ تعالیٰ نے نصرت کی اور وہ تمام معرکہ ہائے جنگ کے لیے نمونہ ہے۔ خندق میں وہ کون سا عمل ہے جس میں بدر کی نفی ہوتی ہے۔ مولوی صاحب کی جسارت ہے کہ ان سب باتوں کی اپنی خام خیالی اور فرسودہ زبان سے نفی کر رہے ہیں۔

۱۸۲

جناب مولوی صاحب نے بار بار معاشرہ کا رونا روایا ہے بلا استثناء تمام اہل اسلام کو کچے مسلمان قرار دیا ہے اس پر یہ حکم سرزد فرمایا ہے کہ ہمارے لیے دور نبویٰ اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں کوئی نمونہ نہیں، ہمیں بنی اسرائیل کی طرف جانا پڑے گا اس سے ان کی مراد یہ ہے ہم تلوار نہیں اٹھا سکتے، مقابلہ نہیں رہتے۔ تین۔ تین آئے اور دشمن ہلاک ہو، اسی تو کل پر ہم عیش و آرام اور سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس کا علاج یہ بتلایا تو بدو استغفار کریں، موسیٰ علیہ السلام کے دور کی وہ مثال دی ہے جو ان کی پہلی زندگی سے متعلق ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ فرعون کے غرق ہونے سے پہلے دور کو کئی زندگی سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔

مولوی صاحب دور نبویؐ اور خلفائے راشدینؓ کے دور کی بار بار نفی کر کے اپنے لیے بنی اسرائیل کے دور کو نمونہ قرار دیتے ہیں۔ ان کو چاہیے تھا صرف اپنے لیے دعا کرتے یارب مجھے بنی اسرائیل کے دور میں پیدا کیا ہوتا تاکہ میں لوگوں کو ان کے قریبی

۱۸۳

زمانے کے دور کی مثال دیتا جو ان کے ذہن نشیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی

اس امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور اسلاف امت سے ورغلا کر بنی اسرائیل کی دعوت دینا جہالت اور سراسر گمراہی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ هَذِهِ الْوَسَاوِسِ الشَّيْطَانِيَّةِ وَ جَمِيعِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰى صَاحِبِهَا اَلْفُ اَلْفُ تَحِيَّةٍ وَسَلَامٍ۔

نوٹ: ابو جندلؓ کے واقعہ میں مولوی صاحب نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ راقم

اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کا اضطراب اور بے چین ہونا ایک طبعی امر تھا جس کا انہیں زندگی بھر احساس رہا۔ لیکن اسے بھڑکانے سے تعبیر کرنا سوء ادب ہے ان کی طرف یہ نسبت کرنا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ”پھر آپ ہمیں ذلیل کیوں کر رہے ہیں“ خلاف واقعہ ہے اور حضرت عمرؓ کے بارہ میں بد باطنی کا اظہار ہے۔

لیکن مولوی صاحب ہیں کہ وہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ”پھر آپ ہمیں ذلیل کیوں کر رہے ہیں۔“ حضرت عمرؓ نے معاذ اللہ تذلیل کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔

۔۔۔ ہمیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا

حدیث: ”وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا“ کے معنی میں

مولوی صاحب کی غلطی اور اس کا اصل مفہوم

قول: ”وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا“ یہ ہے وجہ قتال کی۔ اب ہم کے

الجواب: مولوی صاحب نے مذکورہ بالا الفاظ حدیث اور ان کے مطالب کو خلط ملط کر دیا۔ نہ حدیث کے الفاظ صحیح اور نہ اس کے مطالب صحیح، نہ ان الفاظ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت صحیح ہے۔ پہلے ہم اصل حدیث کے الفاظ نقل کرتے ہیں، پھر

مولوی صاحب نے دو حدیثوں میں پیوند کاری کر کے ایک حدیث کے اول حصہ کو دوسری حدیث کے آخر کے ساتھ ملا دیا اور دوسری حدیث کے آخری حصہ کو پہلی حدیث کے اول حصہ سے ملا دیا، جیسا کہ اس سے متصل ”قولہ“ میں مولوی صاحب کی تیسری بات کے عنوان سے حدیث علی کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ

نَاوَاهُمْ حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحُ الدَّجَالُ (۲)

”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی حتیٰ کہ ان کا آخری طبقہ دجال سے لڑائی کرے گا۔“

(۲) رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۳۱

لیکن مولوی صاحب نے حتیٰ یکنو کو کونوا مثلنا صیغہ امر بنا لیا، یعنی ہو جاؤ ہمارے جیسے۔ یہ حضرت علیؑ کے قول کا مقصد نہیں اگر دعوت اسلام میں قتال کا پروگرام نہ ہو تو اس سے دین اسلام کی تکمیل اور اسلام کو سرفرازی و بلندی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ مولوی صاحب کی عادت ہے حدیث کے اصل مفہوم اور مقصد کو اٹے منہ چڑاتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث کو مولانا احمد صاحب کی نذر کر دیا اور کہا مولانا احمد یہ جملہ بڑا بولتے تھے، اب ہم کس کو جا کر کہیں کونوا مثلنا۔

الجواب: جہاد فی سبیل اللہ کا مال غنیمت سے تقابل اور مال غنیمت کا تصور کہ تم لوگوں کو مارو، فتح کرو اور ماریں کر ساری دنیا کے خزانے تمہیں حاصل ہو جائیں، یہ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا کتنا بھیا تک نقشہ ہے جو مولوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ قتال فی سبیل اللہ میں مارنا مر جانا، جان کی بازی لگا دینا، بے خوف و خطر لڑنا، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے

آخر میں مولوی صاحب نے مجاہدین کا ایسا خاکہ کھینچا ہے گویا وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق تخریب کار اور دہشت گرد ہیں۔ جب آپ کے نزدیک مال غنیمت، لوگوں کو مارو، فتح کرو اور ساری دنیا کے خزانے تمہیں حاصل ہو جائیں، لوٹ مار کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے تو پھر آپ اہل جہاد کو ظالم اور ستم کار نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ کون نہیں جانتا ظلم و ستم، غارت گری اور ناحق خون ریزی خدا تعالیٰ کے غضب کا ذریعہ ہے، لیکن مال غنیمت کے ضمن میں اس کا ذکر کرنا عمل جہاد کی ہتک اور مجاہدین کی غلط عکاسی نہیں تو اور کیا ہے؟

مجھ میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

الجواب: اس مقولہ میں علامہ احمد صاحب نے کلام کا آغاز ہی طالبان کے خلاف ”بے وقوفی“ سے کیا مولوی صاحب نے بھی آخر میں ملا عمر پر حماقت کا فتویٰ لگا دیا۔ تعجب کی بات ہے مولوی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ کس ماحول میں بات ہوئی اور اصل موقع و محل کا تقاضا کیا تھا۔ علامہ احمد صاحب کے مشورہ سے ان کو اتفاق نہ ہوا۔ ہو سکتا ہے

گھر بیٹھے کسی کو بے وقوف کہنا آسان ہے محاذ جنگ میں حصہ لینا اور کفر کا جان و مال سے مقابلہ کرنا بہت مشکل اور حوصلہ کی بات ہے، کیوں کہ بھاگنے والے کو بجائے سینہ کے پیچھے سے گولیاں کھانا پڑتی ہیں۔ البتہ ان کے ہاں مروجہ طریق ہائے تبلیغ سے بغیر جہاد کے جنت کی راہ تلاش کرنا آسان ہے۔

خلق الله للحروب رجالا ورجالا لقصعة وشرید
آسودہ دلا حال دل زار چہ دانی خونخواری عشاق جگر خوار چہ دانی
ہرگز نخلیدہ بکف پائی تو خاری آزر دگی سینہ افکار چہ دانی

مولوی صاحب اس سے پہلے بڑے دعویٰ سے کہہ آئے ہیں کہ بدر ہمارے لیے دلیل نہیں بن سکتا۔ اب بدر کے حوالہ سے کہتے ہیں فرشتے آگئے، جبرائیل بھی آگئے اور میکائیل بھی آگئے۔

باقی رہی یہ بات اللہ تعالیٰ کے امر سے خیمے اکھڑائے گئے تو خیموں کے متعلق پہلے مولوی صاحب نے تصریح کی ہے کہ حباب بن منذر نے سوال کیا کہ یہ اللہ کا امر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کا امر ہے؟ کہا ہاں! اب کہتے ہیں اللہ کے امر سے خیمے اکھڑائے گئے۔ کتنا بڑا تضاد ہے۔

مولوی صاحب نے اپنی خام خیالی سے یہ سمجھ رکھا ہے یورپین اقوام تو کامیاب رہیں ان کے خلاف سیاسی جماعتیں اور جہادی تنظیمیں شکست خوردہ اور ناکام ہیں ان کے مقابلہ میں مروجہ تبلیغی لوگ بستر اٹھائے کوچہ بہ کوچہ، شہر بہ شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک مع اپنی مستورات کے سیر و سیاحت کر رہے ہیں یہی ہمارا جہاد ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من مات ولم یغز ولم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من نفاق۔ رواہ مسلم (۳)

”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا کبھی اس کے دل نے اس سے جہاد کی بات نہ کی، وہ

(۱) سورۃ التوبہ آیت ۱۱۱۔ (۲) مشکوٰۃ کتاب الجہاد ص ۳۳۰ مکتبہ مجاہدی دہلی (۳) ایضاً ص ۳۱۰

۱۹۷

نفاق کی ایک نوع پر مرا۔“

جب تم کافر کو کافر نہیں کہتے، گمراہ کو گمراہ کہنا تمہاری تبلیغ کے آداب میں داخل نہیں، کسی غلط کار کو غلط کار نہیں کہتے، غالی، بدعتی، شیعہ، خارجی، پرویزی، مرزائی، آغا خانی اور دیگر طحہ و زندیق فرق باطلہ کا نام لے کر ان کی تردید نہیں کرتے اور بوقت ضرورت ان سے دست بدست اپنا دفاع نہیں کرتے تو تمہیں کون کچھ کہے گا؟ انگریز تو یہی چاہتا تھا آپ اپنی نماز روزہ اور دیگر عبادات میں ایسے مشغول و مصروف ہوں تمہیں ہماری خبر نہ رہے۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اس کی تو کوشش ہے تمہیں وہ درس تو حید بھول جائے، تمہارے بڑوں نے جس کی آبیاری کی تھی اور جس کی دعوت کی بدولت وہ پوری دنیا پر چھا گئے۔

معلوم نہیں مولوی صاحب کو جہاد سے کیا پیر ہے! وہ اپنے دل میں جذبہ جہاد تو کیا، مجاہدین مخلصین سے بھی کدر رکھتے ہیں۔ جہادی تنظیمیں بحمد اللہ آج بھی کام کر رہی ہیں، ختم نہیں ہوئیں۔ ان کو آیت وما کان اللہ لیظلمہم کا مصداق قرار دینا تحریف کی مد میں آتا ہے۔ الحمد للہ پاکستان میں مختلف جہادی تحریکیں انھیں انہوں نے

۱۹۹

آپ عالمی حقائق سے آنکھیں بند کر کے فیصلہ کرنے کے عادی ہیں۔ مجاہدین مخلصین کو کفار کی صف میں کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معتبوب اور قابل گردن زدنی قرار دیتے ہیں بلکہ ظالم ٹھہراتے ہیں آیت فما کان اللہ لیظلمہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون کا مصداق سمجھتے ہیں۔ ہر دور میں اللہ کے برگزیدہ بندوں کو اپنی قوم کی طرف سے اس طرح کے خطابات دیے گئے۔ روز جزا بتلائے گا قتال فی سبیل اللہ والے ظالم ہیں یا گھر بیٹھے معترضین ظالموں کی مد میں آتے ہیں۔

کار پا کاں را قیاس از خود مکیر

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

۲۰۳

مولوی صاحب نے ہچکچاتے ہوئے سپاہ صحابہ کا نام لے ہی لیا۔ سپاہ ن دعوت کا طریق کار اور شدت، بعض امور میں اکثر علماء سے ان کی انفرادیت محل بحث اور قابل توجہ ہے جس کے باعث ان سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ کسی طبقہ کو ہدف بنانے سے پہلے اپنے آپ کو دیکھ لینا چاہیے۔

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر

دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

ایسے لگتا ہے مولوی صاحب کو اپنا اور اپنے ہم جنس لوگوں کا تعارف نہیں ہے۔ مولوی صاحب کی اس ریکارڈ شدہ تقریر کے اعتبار سے ہم ان فریقین کے مابین چند امور میں واضح فرق محسوس کرتے ہیں۔

ایک طرف:

۱۔ حضرات شیخین حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ پر جرح و تہ جرح۔

۲۔ جہاد کے حوالے سے اکابر علماء دیوبند کی تغلیط۔

۲۰۴

۳۔ قتال فی سبیل اللہ کا مذاق اڑانا۔

۴۔ دور نبویؐ اور خلفائے راشدین کے دور کو اپنے لیے مثال بنانے کی بجائے بنی اسرائیل کے عہد کو اپنے لیے مثال سمجھنا۔

۵۔ پیش آمدہ احکام و مسائل میں اپنے علاوہ دوسرے جید علماء پر اعتماد نہ کرنا اور عیسائی مشنریوں کی پیروی میں عورتوں کا تبلیغ کے عنوان سے مشرق و مغرب میں پھرانا اور ایسا کام ان کے سپرد کرنا جو ان کے فریضہ میں شامل نہیں۔

۶۔ جوڑ کے بہانے بدعتی اور غالیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے استاذ شیخ حدیث حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ کو درخور اعتناء نہ سمجھنا۔

۷۔ ان پڑھ، بے علم لوگوں کی بھرتی سے ضعیف اور موضوع روایات کا سہارا لینا بیان میں من گھڑت اور غلط حکایات پیش کرنا۔

۸۔ علماء کی بجائے دنیا کی وضع رکھنے والے لوگوں کو اہمیت دینا۔

۱۰۰ : ۵۰

ایک لطیفہ:

مولوی صاحب کی اس بات پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ گوجرانوالہ کے ایک مولانا و بالفضل اولانانے بتایا رائے ونڈ میں ایک بڑے بزرگ سے گفتگو ہوئی کہنے لگے پٹھان تو بڑا بے غیرت ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت مہمان نواز تھا۔ یہ افغانستان میں انگریزوں کو قتل کر رہا ہے۔ اس کو چاہیے اس کو دعوت دے۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ کے گھر میں کوئی لٹیرا، ڈاکو گھس آئے جس سے آپ کی مال و جان اور آبرو کو خطرہ ہو تو آپ اس کا مقابلہ کریں گے یا دعوت دیں گے؟ کہنے لگے خدا کی قسم میں تو اسے دعوت ہی دوں گا۔ اس عقل و فہم پر تعجب ہے وہ ان کی دعوت پر کان دھرے گا یا اپنا کام کرے گا؟

۲۱۱

علماء بتاتے ہیں، ہم فضائل بتلائیں گے۔ لیکن اب جماعت والے مسائل میں علماء پر اعتماد نہیں کرتے کہتے ہیں ہم نے رائے ونڈ والوں سے پوچھ لیا۔ کہا بدعتی ہو، کٹر قسم کا غالی ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ ہم جوڑ کے لیے ایسا کرتے ہیں حالانکہ مولانا الیاسؒ کے شیخ حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ رشیدیہ میں ہے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جاوے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی۔ اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھے ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے۔ (۲)

لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماء کے خلاف ذہن بناتے ہیں اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دفاع کرتا رہتا ہوں، لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہتے۔ آپ جیسے عقل مند جنہیں دین کا فہم نصیب نہیں، ان کا ذہن واقعی علماء کے خلاف بن رہا ہے۔ یہ جاہل صرف تبلیغ میں نکلنے کو دین کا کام اور دین کی فکر سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کے خیال میں دین کے باقی سب شعبے بیکار ہیں۔ یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے اور دینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے۔ میں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بنتا ہو، وہ گمراہ ہیں اور ان کے لیے تبلیغ میں نکلنا حرام ہے۔

میں اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مرکز (رائے ونڈ) کو بھجوا رہا ہوں تاکہ ان اکابر کو بھی اندازہ ہو کہ آپ جیسے عقلمند تبلیغ سے کیا حاصل کر رہے ہیں۔ (۱)

ان لوگوں کی نظر میں علماء اسلام اور مدارس عربیہ کی وقعت کم ہو جاتی ہے شریعت بخاری حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”تبلیغی جماعت میں کام کرنے والوں کے دلوں میں علماء اسلام اور مدارس عربیہ کی وقعت کم ہو جاتی ہے حالانکہ علماء اور مدارس عربیہ دین کے مستحکم قلعے ہیں۔ ان سے کٹ کر ان سے بدظن ہو کر، یا ان سے بے نیاز ہو کر جو دین کا کام ہوگا اس کے اثرات پائیدار مستحکم نہ ہوں گے اور مجموعی حیثیت سے دین و علم کو اس سے ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔“ (۲)

یہ لوگ آیات جہاد فی سبیل اللہ کو مروجہ

تبلیغی سرگرمیوں پر منطبق کرتے ہیں

یہ لوگ جب اپنے مروجہ تبلیغی سفر پر نکلتے ہیں یہ آیت پڑھتے ہیں:

اَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ (۳)

”نکلو ہلکے پھلکے اور بھاری بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔“

گویا یہ بدر، احد، غزوہ تبوک کے مجاہد اور غازی جارہے ہیں قرآنی آیات احادیث کی صریح نصوص جو قتال فی سبیل اللہ میں نازل ہوئی ہیں ان کو اپنی مروجہ تبلیغ پر فائدہ

کرتے ہیں کہتے ہیں فلاں صحابی فلاں ملک میں دعوت و تبلیغ کے لیے گئے انہیں شہید کر دیا گیا۔ مروجہ تبلیغ کا درجہ اور ثواب جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کے برابر سمجھتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہتے ہیں قتال میں جانیں ضائع ہوتی ہیں تبلیغ کا انداز مثبت ہے اس میں جانیں تلف نہیں ہوتیں۔

یہ لوگ جہاد کی طرح تبلیغ پر ایک نیکی کا ثواب سات لاکھ گنا سمجھتے ہیں مولانا سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے: جہاد کی جو عظیم الشان عظمت و کرامت شریعت کی نظر میں ہے، یہاں تک کہ جہاد میں نکلنے پر ایک نیکی کا ثواب سات لاکھ گنا تک وارد ہے وہ اس لیے ہے کہ جہاد کہتے ہیں کلمۃ اللہ کو بلند اور کلمۃ کفر و شرک کے سرگرموں کرنے کو، نفس و نفس کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کے لیے گھر سے نکل جانے کو۔ تب اس کا

ثواب اتنا بڑا ہے کہ دوسری کسی عبادت کا ثواب اس قدر نہیں۔ مثلاً جہاد کے وقت ایک روپیہ صرف کرنے کا ثواب سات لاکھ روپے کے برابر ہے۔ اس زمانے میں عام طور سے ہماری تبلیغی جماعت کے افراد علماء و عوام کے ذہن میں یہ بات آگئی ہے کہ تبلیغ کے لیے نکلنے پر بھی ہر نیکی کا ثواب سات لاکھ کے حساب سے ملے گا، کیونکہ وہ بھی مثل جہاد

۲۱۸

حضرت استاذ مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”مذہبی تنظیموں اور افراد کا حال اس سے بھی زیادہ خراب تھا۔ یہ انقلابی روح سے بالکل محروم تھے۔ رجعت پسندی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی اور یہ لاعلاج بیماری کا شکار تھے۔ مولانا [عبید اللہ سندھی] سرنا پا قرآن کریم کے انقلابی

کرنایا باطل فرقوں کا مقابلہ کرنا، تقریر و تحریر سے ان کا جواب دینا یا بالفعل دشمنان دین کے ساتھ جنگ کرنا، یہ تمام امور ان کے نزدیک نصاب سے خارج ہیں۔ گزشتہ برسوں میں کابل و افغانستان میں تقریباً بیس لاکھ مسلمان موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ ان کی حمایت میں عام گنہگار مسلمان اور دینی مدارس کے طلبہ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہو کر روس اور روس نواز حکومت کے مقابلہ میں جان کی بازی لگا گئے، لیکن تبلیغی جماعت والوں کو اس علاقہ کے قریب ایک اجتماع کرنے کی توفیق بھی نصیب

۲۱۹

نہ ہوئی تاکہ ان مظلوم مسلمانوں کی تائید و تقویت ہی ہوتی یا ان کے لیے کوئی مالی امداد فراہم کی جاتی۔

عام حالات میں اس جماعت کا شیوہ یہ ہے کہ اس کے بہت سے افراد دینی مدارس کی خدمت کرتے ہیں، بلکہ بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ ان دینی مدارس کو پختہ دینا بھی حرام ہے جب تک کہ کوئی اس جماعت میں حصہ نہ لے۔ اور مخفی طور پر عام

اصلاح تو گشت کرنے سے اور جماعت کے ساتھ جانے سے ہوتی ہے۔ ایک بڑی مسجد اور دینی ادارے کے بارے میں ایک بہت بڑے معیاری قسم کے مثالی تبلیغی جماعت کے رکن نے ایک دفعہ یہ کہا کہ یہاں سب کام ہو رہے ہیں، لیکن دین کا کام بڑے بڑے مال دار اور جاگیر دار اور سرمایہ دار لوگ جماعت میں شریک ہو کر اپنا تفوق جتلاتے رہتے ہیں جس کے پردے میں ان کی بری کارگزاری اور مظالم پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ دینی مدارس کے فارغین علماء کرام کو بھارے کے بنو خیال کرتے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں کو ساتھ لے جا کر ان کا تعارف طلباء، علماء اور کمزور دیندار طبقہ کے لوگوں کے سامنے اس طرح کراتے ہیں کہ یہ صاحب کارخانہ دار ہیں، یہ

۲۲۰

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو فی الجملہ تبلیغ اسلام کا ایک ضروری رکن ہے اور قریش کفایہ ہے، لیکن غلو اور افراط تو کسی طرح روا نہیں۔ اگر ماں باپ یا بیوی بچوں کی پرورش اور حفاظت کا کوئی معقول انتظام نہ ہو تو ایسی حالت میں تبلیغ کو ترک کیا جاسکتا ہے، کیونکہ متعلقین کی خدمت اس حالت میں فرض عین ہوتی ہے۔ اس کو چھوڑ کر فرض کفایہ میں لگ جانا قطعاً روا نہیں۔ بہت سے تبلیغ والے ایسی بے تدبیری کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی مر جائے تو تب بھی یہ کام ہوتے رہتے ہیں، حالانکہ موت و حیات کے احکام مختلف ہیں۔ ان کو غلط مطلب کرنا درست نہیں۔ بد وضعی اور بے تدبیری کی بات ہے۔

جماعت کی عمومی فضا رجعت پسندوں، سرمایہ داروں، کم علموں اور علم دشمنوں سے بھری ہوئی ہے جو اسلام کی انقلابی ذہنیت اور قرآن کے انقلابی پروگرام سے بالکل عاری ہے۔ ستر سال سے تبلیغی جماعتیں چل رہی ہیں۔ کہیں کسی ملک یا علاقہ پر توجہ مرکوز کر کے کوئی تبلیغی اسٹیٹ ہی بنا ڈالتے تو وہ نمونہ کا کام دیتی اور ان کو کام کرنے کا ہلیقہ بھی

بالکل ناقص اور بدتر ثابت ہوتے ہیں۔ منافع خور سنگرزہنیت رکھتے ہیں اور بعض اوقات حلال و حرام کا امتیاز بھی نہیں کرتے۔ غریب پروری اور مسکین نوازی سے عاری ہوتے ہیں اور اکثر غالی فاسد الاعتقاد معاند اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھتے رہتے ہیں جبکہ مولانا الیاسؒ کے پیرومرشد حضرت گنگوہیؒ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی کا فتویٰ دیتے ہیں اور نیز بہت سے تبلیغ والے تمام زندگی سنت و بدعت میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ بدعت کی باطل رسومات ادا کرتے رہتے ہیں اور اسی پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ لیکن بایں ہمہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جماعت میں، لیکن ان میں بہت سے لوگوں کی رجعت پسندی، غلو اور افراط کو دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت و سمجھ عطا فرمائے۔“ (۱)

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بارے میں مولوی صاحب کا غلو قولہ: ”ہمارے ہاں افراط و تفریط ہے۔ تفریط والے جو ہیں تھوڑا سا بھی کوئی تکلف کر دے تو کہتے ہیں اسراف کیا ہے۔ افراط والے ہیں وہ ناچ گانے سے رکتے ہی نہیں ہیں تو اس کے سارے نمونے حدیث میں موجود ہیں۔“

الجواب: ایسے ہی افراط و تفریط کے بارہ میں اکابر علماء نے بالخصوص اس بات کی نشاندہی کی ہے اکثر عوام اور خواص اپنے اساتذہ، مشائخ کے حق میں غلو کا شکار ہوتے ہیں یہ بہت بڑا ابتلاء ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے کہا ہے حضرت مولانا

(۱) مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم و افکار، ص ۲۴۱۹۸

محمد الیاسؒ جیسا شخص ایک ہزار سال پہلے پیدا نہیں ہوا۔ آپ کے حدیث کے شیخ حضرت

الجواب: یہ فلسفہ امام غزالیؒ اور رازیؒ کو بھی نہیں سوجھا گمراہ کو گمراہ اور جاہل کو جاہل نہ کہو۔ اگر یہ جذبہ نبوت ہے تو صد ہا قرآنی آیات جن میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام نے مشرکین، کفار اور منافقین کو گمراہ، جاہل اور کافر کہا ہے، ان کی تکذیب لازم آتی ہے بلکہ نبوت کا جذبہ یہ ہے گمراہ طبقہ کی خیر خواہی کے پیش نظر ۱۱۱ کے عیوب کی

۲۲۳

السلام نے مشرکین، کفار اور منافقین کو گمراہ، جاہل اور کافر کہا ہے، ان کی تکذیب لازم آتی ہے بلکہ نبوت کا جذبہ یہ ہے گمراہ طبقہ کی خیر خواہی کے پیش نظر ۱۱۱ کے عیوب کی

۲۲۵

الجواب: پاکستان میں تبلیغی مراکز میں دروس قرآن کا سلسلہ عرصہ سے نہیں ہو رہا۔ کہیں بھی بڑے بڑے اجتماع میں دروس قرآن کا اہتمام نہیں کیا جاتا جبکہ قرون ماضیہ

۲۲۶

نہیں ہوگا وہ شخص اس کی کیا تبلیغ کرے گا اکثر بلکہ عامۃ الناس رائے و نڈ سے بغیر علم، بغیر تربیت، بغیر ادب و آداب کے تبلیغ کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے ہاں علماء اور علم کی قدر و اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ علماء سے از خود بطور امتحان پوچھتے ہیں آپ نے کتنا وقت لگایا ہے۔ ایسی موضوعات، من گھڑت حکایتیں، قصے بیان کرتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا ضعیف بلکہ موضوع احادیث تک بیان کرنے سے نہیں بچکچپاتے۔ ان کی بڑی سند یہ ہے ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے۔

ہر کہ خود گمراہ است کرار ہبری کند

ہم نے پچھلے صفحات میں تحریر کیا ہے حاجی صاحب کو جب پتہ چلا حضرت لاہوری کے پوتے مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کی بجائے جامعہ خیر المدارس میں دورہ حدیث پڑھنا چاہتے ہیں دوران گفتگو یہ بھی کہا ”آپ کے دادا بہت اچھے تھے، لیکن ان کی ایک بڑی غلطی تھی عامۃ الناس کو قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔“ اتنے بڑے شخص کا بوجھ کون اٹھا سکتا ہے؟ ولا تنذر وازرة وذر اخروی۔ وہ اپنا بوجھ خود اٹھالیں تو بڑی بات ہے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب نے دوران گفتگو یہ بھی کہا حضرت لاہوری کی آخر عمر میں عین اس وقت جب حضرت جمعہ کے لیے مسجد تشریف لائے، ہم حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کیا ایک ترکی عرب عالم مہمان تشریف لائے ہیں، اگر اجازت ہو تو یہ خطاب کریں۔ آپ نے فرمایا، دور دراز سے لوگ میرا بیان سننے کے لیے آتے ہیں۔ اگر میں بیان نہ کروں تو یہ ان کے ساتھ خیانت ہوگی۔ بڑی امید لے کر گئے، لیکن حضرت نے موقع نہ دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قولہ: ”مولانا الیاس پر اللہ تعالیٰ نے جو پیغام فرمایا، پچھلی کئی صدیوں میں کسی پر ۹

نہیں ہوا۔ پچھلے ہزار سال بھی میں کہوں تو یہ مبالغہ نہیں ہے۔ اہل خیر کی داستانیں پڑھی ہیں، تحریکوں کا اپنی وسعت کے مطابق مطالعہ کیا ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ بس تین صدی ہٹا دو، اس کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں گزری جس نے برا عظم پر اثر ڈالا ہو۔ کوئی ایک بھی نہیں۔ یکساں تمام طبقات پر، ہر ہر قوم، نسل، رنگ، علاقے، حتیٰ کہ پردہ دار عورتیں، گونگے، معذور۔“

الجواب: اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر الہام فرماتا ہے لیکن اپنا پیغام اپنے نبیوں اور رسولوں کو دیتا ہے جسے رسالت کہتے ہیں۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سے یوں مخاطب ہوئے:

أَبْلَغُكُمْ رَسُولَاتِ رَبِّي (۱)

”تم تک اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔“

کتنا غلو ہے ایک امتی کے بارے میں کہا جائے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا پیغام فرمایا۔ اس طرح کی خرافات مولانا محمد الیاس کے بارہ میں پہلے بھی کہی گئی ہیں کہا گیا ہے یہ الہامی نبی تھے۔ فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

میں کہتا ہوں غلو کس چیز کا نام ہے الحاد، زندقہ اور کفر کون سی بلا ہے؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جماعت میں شامل فاسق، فاجر، حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والوں کی وکالت کی جائے دوسری طرف علماء امت، صلحاء، مشائخ، مجاہد اور اہل حق قابل گردن زدنی قرار دیے جائیں۔ فیما للعجب ولضیعة الادب۔ منصب الوہیت اور رسالت کے صیغہ میں اپنے بڑوں کو شریک کار سمجھنا یہود و نصاریٰ کا غلو تھا جنہیں قرآن نے یوں خطاب کیا ہے:

کسی کو ظلی، بروزی نبی کہنے سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے اگر کوئی شخص

اپنے استاذ، پیر و مرشد کے بارہ میں اس طرح کا عقیدہ رکھتا ہو وہ الہامی نبی ہیں یا ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آتا ہے، کیا اس کو قابل ستائش سمجھا جائے گا؟ الامان و

میں ابن الوقت اور ڈکٹیٹر قسم کے لوگوں کا مقابلہ، وہ کون ساخت اور مشکل چیلنج ہے جسے ہمارے اکابر نے قبول نہ کیا؟ لیکن مولوی صاحب صرف اپنے چشمہ کے خول میں دیکھنے کے عادی ہیں۔ ان کو صرف وہی کچھ نظر آتا ہے جو اس چشمہ میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مشاہدات کی نفی کرتے ہیں۔

اذالم تر الھلال فسلم

لأناس رأوه بالابصار

مولانا الیاس صاحب کے بارہ میں مولوی صاحب کے ہزار سالہ احساسات پر ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں:

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

۲۳۱

مولانا محمد الیاس کے بارہ میں یہ کہنا کہ انگریزوں کو نکالنے پر کیوں زور لگاتے ہو، مسلمان بنانے پر زور لگاؤ، کئی وجوہ سے محل نظر ہے

قولہ: ”مولانا الیاس فرمایا کرتے تھے، انگریزوں کو نکالنے کے لیے کیوں زور لگاتے ہو، مسلمان بنانے پر زور لگاؤ۔“

الجواب: جہاد کی مخالفت، جہادی تنظیموں پر ہٹ، ۱۸۵۷ء میں علماء ہند کے اجماعی فیصلہ جہاد، خصوصاً حضرت نانوتوی کے اقدام جہاد کی تغلیط یہ سب تمہید تھی۔ مولوی صاحب نے مطلب کی بات اب کہی ہے مولانا الیاس فرمایا کرتے تھے تم انگریزوں کو نکالنے کے لیے کیوں زور لگاتے ہو، مسلمان بنانے پر زور لگاؤ، لیکن الحمد للہ ہمارے

میں ہم نے ذکر کیا ہے، حضرت شیخ الہندؒ کی مالٹا سے واپسی پر مولانا محمد الیاس نے ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی، سیاست میں حضرت مدنی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لہذا مولوی صاحب اور ان کے حلیف لوگوں کی مولانا الیاس کے بارہ اس طرح کی نسبت سبحانک هذا بہتان عظیم کے زمرہ میں آتی ہے۔ ہاتھوں پر ہاتھ ان کنتم صادقین۔ اگر بالفرض ہم اس طرح کی نسبت تسلیم کر لیں تو جمہور علماء امت کے اجماع، ان کے موقف اور مسلک کے خلاف شخص واحد کا قول معتبر اور حجت نہیں۔

۲۳۷

باقی رہی جس کا بقول آپ کے مولانا محمد الیاس کو شکوہ ہے؟ مولوی صاحب کہہ رہے ہیں دعوت کا ذہن ختم ہو چکا تھا، شاید اس لیے اسلام کا دفاع اور باطل کے خلاف تقاریر و مناظرہ اور اسلام کی حقانیت ثابت کرنا اور قائلانہ سبیل اللہ کو وہ اپنی مروجہ تبلیغ کے خلاف سمجھتے ہوں۔

۲۳۸

زلزلہ ڈال دیا۔ ایام تحریک خلافت میں ایک بزرگ نقشبندی صاحب کشف دیوبند آئے۔ مولانا کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت نانوتوی کے مزار پر حاضر ہو کر مراقب ہوئے۔ دیر تک مراقبہ میں رہے۔ بعد کو فرمایا کہ میں نے مراقبہ میں حضرت نانوتوی سے خلافت تحریک میں حکام کی سختیوں کا تذکرہ کیا تو حضرت نے مولانا محمود حسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولوی محمود حسن عرش خداوندی کو پکڑے ہوئے اصرار کر رہے ہیں کہ انگریزوں کو جلد ہندوستان سے نکال دیا جائے۔“ (۱)

اسی معنوی جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ انگریز (باوجود ہر قسم کی مادی قوتوں کے اور باوجود اس کے کہ ہندوستان کی آزادی اس کی عظیم الشان مصلحتوں کے لیے پیغام فنا تھی) ہندوستان سے چلا گیا خود چھوڑ کر چلا گیا، ورنہ کسی کے قیاس و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ یہاں سے نکلے گا اگر نکلا بھی تو اس طرح بلا خون و خرابہ بیک بنی و دو گوش یہاں سے منہ کالا کرے گا۔ قدرت کے مخفی ہاتھوں کی کارگزاریوں کو مادہ پرست ظاہر بین اشخاص نہیں

مختلف دینی جماعتوں اور سماجی تنظیموں کو دعوت دی اور کہا جب ہم بھی اپنے کام کو دین سمجھتے ہیں تو کیوں نہ ہم رائے وٹ جا کر ان کے بڑوں کو دعوت دیں، چنانچہ علماء نے وہاں کے امراء اور علماء حضرات کو کنونشن میں آنے کی دعوت دی۔ وہاں کے استاذ حدیث بات سنتے ہی جوش میں آ گئے کچھ کا کچھ سنایا، حیرت میں پڑ گئے داعی تو ہم ہیں اور یہ لوگ ہمیں دعوت دینے کے لیے آئے ہیں! اکرام مسلم بھی بھول گئے۔ ان میں سے بعض

۲۴۳

الجواب: جب سے تبلیغی جہوم میں اضافہ ہوا ہے، طلب علم میں کمی آ گئی اور روز افزوں اس رکی ہڑ بونگ میں عامۃ الناس کا جوش و خروش بڑھا تو ان میں ایک نئی سوچ نے جنم لیا۔ ان لوگوں نے اسے اپنی کرامت سمجھا جب چلہ چار مہینے اور سال لگانے سے ایک شخص مبلغ بن جاتا ہے تو ہم اپنے بچوں کو مدارس اور مساجد کی تعلیم میں حفظ اور درس

۲۴۴

اس تقریر میں جہالت کو ہدایت کے لیے سرچشمہ اور ایک بے علم تبلیغی کو ہیرا بننے کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے اور کہا ہے جاہل بن کر تبلیغ میں سال لگاؤ گے اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فیضان اتارے گا۔ کیا یہ سب باتیں مولوی صاحب کی خانہ زاد ہیں وہ ان کو یہ منصب تقسیم کر رہا ہے؟ واللہ یہ افتراء ہے۔ قرآن مجید کے مأخذ اور مراجع پر عبور اور اطلاع کے بغیر کوئی شخص ہدایت کا سرچشمہ اور فیضان الہی کا سورہہ ہیرا نہیں بن سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر صحابہ کرام کو تمام زندگی علم حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اسلاف امت کے حوالہ سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کا مضمون ہمارے اس مسودہ کے آخر میں ملحق ہے۔ نیز مولوی صاحب کہتے ہیں تم سال لگاؤ، پر ایسے نہ لگاؤ جیسے مولوی لگا رہے ہیں۔ یہ ہے ان کے ہاں علماء کی تذلیل اور جاہل آدمی کی توقیر یہ ہے ان کا مبلغ علم اور ان کی جرأت۔ ان کی یہ ذہنیت باستثنائے چند علماء اور اکابر، اکثر تبلیغیوں میں کارفرما ہے۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا کار پغلاں تمام خواہد شد
 قال اللہ تعالیٰ: يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
 دَرَجَاتٍ (۱)

”بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ان لوگوں کو جنہیں علم دیا گیا ہے کئی درجات میں۔“

باقی رہا ایک مدرسہ کے چند لڑکوں پر زندگی کھپا دینا مساجد، مدارس، دارالعلوم اور جامعات میں دین کی اصل محنت ہوتی ہے۔ اس سے جو افراد تیار ہوتے ہیں، وہ صحیح معنوں میں دین کی خدمت کا بیڑا اٹھا سکتے ہیں۔ انہی کے وجود سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقہ، علم کلام اور دیگر علوم واجبہ کے باعث دین و دنیا کا نظام قائم ہے۔ یہی لوگ حجۃ اللہ فی الارض، دین کے محافظ اور شہداء اللہ ہیں۔ ان کے فقدان سے دنیا میں آفات، حوادث اور فسادات پیدا ہوتے ہیں۔ جہالت، گمراہی، بے دینی، بدعات و خرافات کا ظہور و غلبہ ہوتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات میں یہ تسلسل چلا آرہا ہے۔ دنیا کبھی ان سے خالی نہیں رہی۔ حضرت ربیعہ الرائی نے مسجد نبوی میں پڑھا اور پڑھایا۔ ان کے درس میں امام مالکؒ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا حرم نبوی کے استاذ اور امام دارالہجرت کہلائے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کوفہ میں درس

مروجہ تبلیغی مزاج، مزاج نبوت نہیں۔ مزاج نبوت آپ کا اسوہ

حسنہ ہے اور اس کا صحیح نقشہ احادیث و آثار میں ملتا ہے

قولہ: ”تبلیغی مزاج، مزاج نبوت ہے۔ کوئی اختلافی مسئلہ منبر پر بیان نہ کرو۔“

الجواب: یہ مداخلت نہیں تو اور کیا ہے؟ منبر پر اختلافی مسائل بیان نہ ہوں تو حق و

۲۵۰

باطل اور دین اسلام کی حقانیت کا پتہ کیسے چلے گا؟ اس کے لیے آخر کون سی مجلس منعقد ہوگی؟ اگر بغیر منبر مجلس منعقد ہو تو پھر بھی اہل علم احقاق حق اور ابطال باطل میں مداخلت سے کام نہیں لیتے۔ اختلافی مسائل بیان کرنا ان کے فریضہ میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وكان النبي صلى الله عليه وسلم رحيمًا فقال لو رجعت إلى

۲۵۲

بلادكم فاعلموهم (۱)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہربان تھے۔ فرمایا اگر تم اپنے گھروں کو چلے جاؤ

ان کو سکھاؤ۔“

دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گھروں کو واپسی کا شوق دیکھا تو بیس دن کی اقامت کے بعد از خود اجازت طلب کیے بغیر ان کو گھر جانے کی اجازت دے دی، کیونکہ آپ رحیم اور رفیق (اور رقیق القلب) تھے۔ یہ ہے مزاج نبوت۔ حالانکہ آپ کی صحبت اور آپ کا فیضان کیسا اثر تھا۔ اس کے برعکس اگر ان لوگوں کے ہاں کوئی پھنس جائے تو اس کی خلاصی مشکل ہو جاتی ہے۔ شروع میں مولوی صاحب نے بار بار دہرایا ہے ہمارے لیے دور نبوی میں کوئی مثال نہیں۔ قدم قدم پر آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنا ان مدعیوں کو کہاں نصیب؟

۲۵۶

الجواب: سوچنے کی بات ہے مولوی صاحب ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ دور نبوی اور خلفاء راشدین کے دور میں ہماری مثال موجود نہیں، حضرت ابو بکرؓ میں غلطی ہونی تھی اور ہوئی، وہ نہ معصوم تھے نہ محفوظ، ۱۸۵ء کی جنگ میں علماء جس مقصد کے لیے اٹھے تھے اس تک نہ پہنچ سکے، حدیبیہ کے مقام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے صلح کی، ان سے آپ کی یہ صلح کمزوری پر مبنی تھی، اس قسم کے خیالات میں کون سی اسلاف کی تابعداری ہے؟ کیا یہی راہ اعتدال ہے؟

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسق و قتاله کفر (۱)

”مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کفر ہے۔“

چونکہ مولوی صاحب خود اس مرض میں مبتلا ہیں جس میں ائمہ دین پر طعن کو معمولی سمجھتے ہیں اور حضرت تھانویؒ کا فرمان بالکل صحیح ہے کہ ائمہ دین پر طعن کرنے والا اہل حق میں سے نہیں ہو سکتا۔

۲۶۱

مولوی صاحب سمجھے خود نہیں اور طنز کیا ہے حضرت شیخ استاذ مولانا سرفراز خان صفدر اور امام طائفہ شاہ ولی اللہؒ پر۔ حد ہے کہ ایک قصہ گو واعظ اکابر و مشائخ پر طعن کرے اور اسے پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔

چوں خن بشنوی ز اہل دل گو کہ خطا ست

خن شناس نئی دلبرا خطا اینجا ست

۲۶۵

قولہ: ”جمہور کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں جسم اور روح کے اعتبار سے

زندہ ہیں..... لیکن جو بات آگے آگئی جس کو مولانا حسین علی نے شروع کیا

..... قاری طیب صاحب کے آنے پر مماتی حضرات میں سے مولانا غلام اللہ

خان صاحب نے رجوع کر لیا تھا۔“

الجواب: حضرت شیخ مولانا حسین علیؒ کی شخصیت اختلاف سے بالاتر ہے۔ سماع و

عدم سماع کے موضوع میں آپ کے تلامذہ و مریدین باوجود اختلاف کے آپ کے اقوال

و افادات کا حوالہ نہیں دیتے۔ آپ کا اصل موضوع توحید تھا۔ آپ نے کبھی سماع اور

عدم سماع کو اپنا موضوع نہیں بنایا۔

(شیعہ) کے کفر کی تین وجوہ بیان فرمائی ہیں تو جواب میں کہا کہ:

”اگر مولانا سرفراز خان نے کہا ہے تو کیا ان سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی؟

مولانا سرفراز خان صاحب ہمارے سر کے تاج ہیں، لیکن انہوں نے ساری عمر

منفی پہلو پر لکھا ہے۔ منفی پہلو پر لکھتے لکھتے قلم میں شدت آ جاتی ہے۔ ان کی جو

کتب ہیں، ان میں بریلویت کا رد، رافضیت کا رد، غیر مقلدیت کا رد، رد، رد،

رد۔ ساری زندگی رد میں گزری۔ جو آدمی رد کرتا رہتا ہے، اس کی بات میں

شدت آ جاتی ہے..... ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا کہ ایک

طبقہ ہوگا جو حب اہل بیت کا دعویٰ کرے گا، ان کا لقب رافضی ہوگا، ان کو قتل کرو،

وہ مشرک ہیں..... یہ حدیث غلط ہے، چاہے اس کو مولانا سرفراز خان نے بھی

نقل کیا ہے۔“

الجواب: کسی بزرگ کی تنقیص کا عجیب پرفریب انداز ہے کہ پہلے ”سر کا تاج“

کہہ دیا اور بعد میں معترضانہ تنقید کا نشانہ بنا ڈالا اور اپنی عادت سے باز نہ آئے اور ان کی

خدمات کے عنوان کو بطور استہزاء ”رد، رد، رد“ سے تعبیر کیا۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا

جاسکتا ہے کہ مولوی صاحب نے علم و ادب کی حدود سے تجاوز کر کے ایک محسن امت کے

حق میں ناسپاسی اور ناشکری کا اظہار کیا ہے۔

حافظا علم و ادب ورز کہ در خدمت شاہ

ہر کہ را این نہ بود لائق درگاہ نہ بود

۲۶۸

بلاشبہ ہمارے شیخ مدظلہ بھی عصر حاضر کے امام اہل سنت ہیں جن سے محبت و الفت

مژدہ ایمان اور علامت اتباع سنت ہے اور جن سے بعد و تنافر فسق و بدعت کی ضمانت

ہے۔

مولوی صاحب نے آخر میں جس حدیث کی تغلیط کی ہے، مجمع الزوائد کے مولف نے اسے بحوالہ طبرانی نقل کیا ہے اور اس حدیث کی اسناد کو حسن لکھا ہے۔ شیخ مدظلہ نے

۲۷۰

اسے نقل کیا ہے۔ آپ کو بلا وجہ تغلیط کرنے کا کیا حق ہے؟ شاید اپنے غالی معتقدین کے ہاں آپ حجت ہوں، لیکن دلیل کے میدان میں ثقہ اور حجت نہیں۔

قولہ: ”جھنگوی صاحب، اعظم طارق، علی شیر حیدری، ضیاء الرحمن فاروقی وغیرہ سب اہل حق ہیں۔ دین کا درد اور جذبہ رکھتے ہیں لیکن ان کا طریقہ غلط ہے۔ یہ اجتہادی غلطی پر ہیں۔۔۔۔۔ یہ حضرات اپنی قربانیوں کی وجہ سے اللہ سے صلہ پائیں گے لیکن ان کا طرز صحیح نہیں تھا۔“

الجواب: مولوی صاحب نے سپاہ صحابہ اور جملہ جہادی تنظیموں کو بلا دلیل ظالموں میں شمار کیا۔ مجاہدین مخلصین کو کفار کی صف میں کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معتبوب اور قابل گردن زدنی قرار دیا۔ آیت فما کان اللہ لیظلمہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون کا مصداق ٹھہرایا۔ اب کہتے ہیں یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ اپنی قربانیوں کا اللہ تعالیٰ سے صلہ پائیں گے۔ اگر یہ ظالم ہیں تو اللہ تعالیٰ سے صلہ کیوں کر پائیں گے؟

الجواب: ایک غیر مقلد کے کہنے سے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب مرجوح ہے، مولوی صاحب نے اسے تسلیم کر لیا ہمیں قبول ہے۔ یہ مولوی صاحب کی امام ابوحنیفہ کے موقف سے ناواقفیت ہے یا تجاہل، کیونکہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک ترجیح امر اول ہے۔

کو شریعت کی تابعداری اور اتباع پر پابند نہیں کیا جاسکتا۔ جو چاہے گا، اپنی خواہش پر کسی مرجوح قول کو اپنالے گا اور یہ نفس پرستی ہوگی جس کو فقہاء نے حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ

۲۷۱

الجواب: یہ ہے مولوی صاحب کی علمیت اور امتیاز، حق پر ثبات اور حنفیت۔ کہاں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور کہاں علاء الدین تیمیہ اور علامہ ابن قیم! علماء احناف نے طبقات فقہاء لکھ کر ہر دور کے فقہاء کی ترجیحات بیان کی ہیں۔ آداب فتاویٰ میں ترتیب کے مطابق طبقہ اولیٰ کو ترجیح حاصل ہے، پھر طبقہ ثانیہ کو۔ مولوی صاحب نے فقہاء کی ان ترجیحات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

نیز کہتے ہیں: ”ابن تیمیہ مجتہد مطلق تھے، اپنی تحقیق کے مطابق عمل کرتے تھے۔“ ابن تیمیہ نہ تو آٹھ تراویح کے قائل تھے اور نہ غیر مقلدین کی طرح فاتحہ خلف الامام

کے۔ ان دو مسائل کی ابن تیمیہ کی طرف نسبت مولوی صاحب کی ناواقفیت اور علمی کم مائیگی کا واضح ثبوت ہے بلکہ وہ حنبلی تھے۔ حنبلیہ کے ہاں ہمیں تراویح ہیں اور جہری نمازوں میں وہ فاتحہ کے قائل نہیں۔

ذرا مجتہد مطلق کی تعریف تو کر لی ہوتی تاکہ پتہ چلتا اس کا مقام امام ابوحنیفہ کے برابر ہے یا ان سے کم۔ اور امام ابو یوسف پر تو بہر حال مولوی صاحب نے علامہ ابن تیمیہ کو ترجیح دی ہے۔ اتنا بڑا دعویٰ تو ابن تیمیہ نے بھی نہیں کیا۔

حضرت شیخ علامہ انور شاہ کا شمیری فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں علامہ ابن تیمیہ کی علمی شان تکنے لگوں تو میری پگڑی پیچھے سے اتر جائے گی، لیکن اگر کبھی وہ دارالعلوم دیوبند میں آگئے تو میں انھیں کسی کمرے میں گھسنے نہیں دوں گا اور کہوں گا، جناب! اس مسئلہ میں آپ نے ٹھوکر کھائی ہے۔ آؤ مجھ سے بحث کر لو۔

اس مسئلے پر اجمالی بحث پیش خدمت ہے۔

حلال و حرام میں امتیاز کیے بغیر، نفسانی خواہشات اس قدر غالب ہو گئی ہیں جب ایک حنفی آدمی تین طلاقیں دے کر چھپتا ہے تو کسی غیر مقلد کے پاس جا کر لکھوا لیتا ہے

الجواب: مولوی صاحب نے طلاق مکہ کے متعلق حنفیہ کے موقف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے متعلق نہایت عام انداز اختیار کیا ہے۔ اتنی اہمیت بھی نہیں دی جتنی حاجی عبدالوہاب صاحب کے ملفوظات کو۔ کہتے ہیں ان کی صحبت سے نفع اٹھانے کے جو اوزار ہیں، وہ ہمارے پاس ہیں ہی نہیں۔ اتنا ہی باور کر لیتے کہ حنفیہ کے موقف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کو سمجھنے کے لیے جن اوزاروں کی ضرورت ہے، وہ

ہمارے پاس ہیں ہی نہیں، لیکن بیک بنی دود گوش اپنے آپ کو حنفیت سے سبکدوش کر کے بول اٹھے: ”حنفیو! تم مکہ کو جائز قرار دے کر گھرا جاؤ دیتے ہو، جبکہ تمہارے پاس دلیل کوئی نہیں طلاق مکہ کی۔“

باب نمبر ۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (الآیہ)

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (الحدیث)

فرق مختلفہ

☆ رافضیت ☆ رضا خانیت ☆ مودودیت ☆ غیر مقلدیت

الجواب: مولوی صاحب طرح طرح کے عنوان قائم کر کے حضرات شیخین حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ پر طعن و تشنیع سے باز نہیں آتے۔ کیا ہی غلط نظریہ ہے کفر کے تقابل میں ایک کفر سے اغماض اور صرف نظر دوسرے کو مد مقابل سمجھنا۔ الکفر ملۃ واحدة۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں

حضرت گنگوہیؒ اور مولانا تھانویؒ کے فتاویٰ

قولہ: ”بریلویوں کا عقیدہ ان کو اسلام میں داخل رکھتا ہے۔ امام احمد رضا کے متعلق میں نے مولانا عبد اللہ صاحب سے سنا کہ اس کی تحریروں میں کفر نہیں

۲۹۱

ہے، وہ صرف جذبہ عشق میں بدعت کی حد تک پہنچے۔“

الجواب: مرزا قادیانی مدعی نبوت کے سوا ہمارے اکابر علماء ہند نے کسی کی شخصی تکفیر نہیں کی۔ تکفیر میں فقہاء نے احتیاط سے کام لیا ہے اور حتی الوسع اس سے پہلو تہی کی ہے۔ طبقات امت کی اصلاح کے سلسلہ میں یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اہل

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے ہمارے اکابر علماء دیوبند پر افترا پرداز کر کے ان کی عبارات بدل کر علماء حرمین سے کفر کے فتوے حاصل کیے اور بڑے فخر سے ان کو

۲۹۲

ہندوستان میں شائع کرایا اور خود بھی بڑی شد و مد سے ان کی تکفیر کی۔ لکھتے ہیں: ۶۳

اعلان کیا، لیکن اس کے باوجود اس کی شخصی تکفیر نہیں کی۔ البتہ تکفیر کے اصول اور فروع کے ضمن میں قواعد کی رو سے جو شخص کفر و شرک کا مرتکب ہوا اور ان افراد میں داخل ہوا جن پر قاعدہ کا انطباق اور اطلاق ہوتا ہو تو وہ خود بخود تکفیر کی زد میں آجائے تو یہ اور بات ہے۔ مولوی احمد رضا خان بریلوی کی تکفیر کا حال بھی کچھ اس طرح ہے۔

بعبار یہ سوال اور اس کا جواب مطالعہ فرمائیے۔

سوال ۱: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو، وہ کافر ہے۔ حضرت جی آج کل تو بہت آدمی نماز پڑھتے ہیں، وظائف بکثرت پڑھتے ہیں، مگر رسول اللہ کا میلاد میں حاضر رہنا و حضرت علیؑ کا ہر جگہ موجود ہونا، دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا خان بریلوی کے جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ جو نمازی اور عالم بھی ہیں، کیا ایسے شخص کافر ہیں، ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت دوستی رکھنی کیسی ہے؟

الجواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے، وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت مودت سب حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

ذرا غور فرمائیے کہ اس بیان سے زیادہ مولوی احمد رضا خان کے عقیدہ کفریہ کا ثبوت اور کیا ہوگا اور حضرت گنگوہیؒ کے اس فتویٰ کے مقابلہ میں دوسرے کس شخص کا قول معتبر ہوگا؟

۲۹۳

۱۔ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا مالک کے حبیب

کیونکہ محبوب و محبت میں نہیں میرا حیرا (۲)

صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الہی ہیں اور محبوب و محبت میں کوئی فرق نہیں ہوتا، لہذا حضرت شیخ عیاذ باللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی ہو، خدا ہی کہوں گا۔ اس اصرار علی الشریک کی وجہ سے بھی اس فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا۔ (۳)

مولوی صاحب مولوی احمد رضا خان کے بارہ میں مزید کہتے ہیں، وہ صرف جذبہ عشق میں بدعت کی حد تک پہنچے۔ شاید مولوی صاحب اسی جذبہ کے تحت امرا کے تیجے اور چہلم میں شریک اور مخالف بدعات و رسومات میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ جذبہ عشق

۲۹۷

الجواب: ”فتنہ مودودی“ از قلم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا جس میں جماعت اسلامی کے امیر اور اس کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی دینی تحریفات اور تلبیسات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے، یہ مسودہ ۱۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ ایک

جن حضرات کے پاس اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کے لیے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصول اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے، ان کو اس رسالہ کے ذریعے ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بیداللہ۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

۲۹۸

کے توسط سے تعارف ہوا جس کے بعد تاحال موصوف سے رابطہ رہتا ہے۔ مولوی صاحب کا ان پر یہ الزام کہ ”وہ پبلشر کاروباری آدمی ہیں، کاروباری نقطہ نگاہ سے انہوں نے اس کو چھاپا“ نہایت سو قیانہ الزام ہے۔ یہ مولوی صاحب کے اپنے ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ وہو منہ بُری

نقصان ہوا تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ مولوی صاحب نے جہاں شیعہ، بریلوی اور غیر مقلدین کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس رسالہ کی وجہ سے وہ مودودی کو اپنے ساتھ ملانے میں چنداں کامیاب نہ ہوئے ہوں، لیکن دیوبندی اور نوجوان طلباء کو اس سے جو گھن لگ رہا تھا، اللہ نے اپنے فضل سے ان کو بچا لیا۔ مولوی صاحب ایسے صلح کلی ہیں کہ اپنے اوپر دیوبند کی چھاپ نہیں چاہتے، اس لیے قوت ارادی اور قوت عزیمت سے محروم ہیں اور کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریرات سے آزاد خیالی پیدا ہوتی ہے۔ آزاد خیالی کیا کچھ کم ظلم ہے کہ اس سے درگزر کیا جائے؟

۲۹۹

جو مودودی صاحب کا قلم چلتا ہے تو اس قدر بے قابو ہو جاتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہی نہیں رہتا کہ میں کس کے خلاف قلم چلا رہا ہوں۔ اس لیے ان کے مضامین کے مضمرات سے ان کو نفع کی بجائے کئی نوع کے نقصان پہنچ جاتے ہیں جن میں ادنیٰ درجہ اسلاف و اکابر کی شان میں گستاخی ہے۔ مثلاً حضرت عثمانؓ میں خلافت کی اہلیت نہ تھی۔

ایک مدراسی عالم اور جماعت اسلامی کے مشہور امیر حلقہ مولانا صفت اللہ نے کہا کہ ”یہ بخاری شریف کا بت بغل میں کب تک دبائے پھرو گے؟ میدان میں آؤ۔“ یہ ہے آزاد خیالی کا نتیجہ۔ بڑے میاں تو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ یہ مولانا صاحب بعد میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے اور مستقل تو بہ نامہ اخبارات میں شائع کیا۔“

سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوگا، مگر یہ بات کہتے ہوئے انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے اور اسے بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔۔۔۔۔ جہاں تک اسناد کا تعلق ہے، ان میں اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا، لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے۔۔۔۔۔ ایسی روایت کو محض صحت کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ خیز بنانا ہے۔“ (۱)

مودودی صاحب کو احادیث جھٹلانے کا شوق ہے۔ آخر اس حدیث میں کون سی بات ہے جو صریح عقل کے خلاف ہے؟

۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں پرندوں کے شریک ہونے کے بارہ میں لکھتے ہیں:

”میں خود اس آیت کی تاویل یوں کرتا ہوں کہ داؤد کو اللہ تعالیٰ نے بہترین، بلند اور سریلی آواز عطا فرمائی تھی۔ اس آواز کے ساتھ جب وہ زبور پڑھتے تو وادیاں گونج اٹھتیں، چرند پرند جمع ہو جاتے۔“ (۲)

مودودی صاحب نے اپنی عقل کے زور پر پہاڑوں اور پرندوں کے داؤد کے ساتھ تسبیح میں شریک ہونے کی تاویل کی۔ (زیادہ تفصیل کے لیے ”مولانا مودودی اپنی تفسیر کے آئینے میں۔ بلا تبصرہ“ کا مطالعہ کیجیے)۔

(۱) تفہیم القرآن، پ ۱۳، ج ۳، ص ۳۳۷

(۲) تمہیدات حصہ دوم ص ۱۶۸

شیعوں کا ذبیحہ اور ان سے مناکحت باتفاق اکابر

علماء معتمدین، ناجائز و حرام ہے
قولہ: ”شیعہ کے ذبیحہ کے متعلق سوال۔“

جواب: مجھے تو پتہ نہیں آج تک اس کے ذبیحہ کو کسی نے ناجائز کہا ہو۔ یہودی اور عیسائی کا ذبیحہ جائز اور شیعہ کا ناجائز ہے؟ یہ کیسی عجیب بات ہے؟ میں نے تو یہ سنا ہی پہلی مرتبہ ہے۔“

الجواب: مولوی صاحب کی معلومات ناقص ہیں، لیکن روافض کے وکیل بلا توکیل بننے سے نہیں ہچکچاتے۔ چند طلباء کو سامنے بٹھا کر ماضی و حال سے بے نیاز جو منہ میں آیا کہہ جاتے ہیں۔ اپنے خیالات و اہیہ اور غلط قسم کے عقائد ان کے ذہن میں نقش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے حقیقت کیا ہے اور میری اس تربیت کا انجام کیا ہوگا۔

۳۰۶

طرف بھیجیں اور ساتھ ہی ان کی تقریر اور اسباق کے اہم مباحث نقل کر کے بھیج دیے۔ جس وقت ہم نے اقتباسات پڑھے اور کیٹسین سنیں تو حیرانی ہوئی کہ تبلیغی مرکز جماعت کے مبلغ مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کی بجائے اہل باطل کی

۳۰۷

ترجمانی اور وکالت کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ مولوی طارق جمیل کے حالیہ متنازعہ بیانات کی تردید ضروری ہے تاکہ عوام اہل سنت کے اذہان کو تشویش سے بچایا جاسکے۔

مولوی صاحب کا جواب: ”تم کیا ان کو مل کر یہ بات کہہ رہے ہو؟ وہ تو تین چار کروڑ ہیں۔ ہر مذہب کو پرکھنے کے لیے اس کے اصول بنیاد ہیں، نہ کہ لوگوں کے تامل۔ میں غیر مقلدیت اور رافضیت کا وکیل نہیں ہوں، لیکن غیر مقلد کو گمراہ کہنا غلط ہے۔“

۳۱۱

الجواب: سولہ کروڑ کی آبادی میں ان کے اعداد و شمار ایک کروڑ کو نہیں پہنچ سکتے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب نے اس تعداد کا کہاں سے استنباط کیا ہے۔ فرقہ غیر مقلدین کسی مجتہد کے اجتہاد اور فقہ کا تابع نہیں بلکہ ائمہ کے علی الرغم ایک نیا طبقہ ہے جو فروع میں اپنی جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں کئی فرقے ہیں۔ ایک فرقہ دوسرے کو گمراہ کہتا ہے۔ عمل بالحدیث کے مدعی ہیں جبکہ قرآن و احادیث کو اپنے دائرہ

۳۲۱

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض کم فہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مجموعی طور پر ساری امت پر دعوت الی اللہ لازم ہے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یہ تو امت کے ہر فرد کا فریضہ ہے اور یہ کام انفرادی طور پر بھی باحسن وجوہ ہو سکتا ہے مثلاً ہر گھر کے سربراہ، ذمہ دار، کفیل، استاد اور صاحب اثر کا کام ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو، بیوی بچوں کو، چھوٹے بہن بھائی اور شاگرد اور زیر اثر لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم اور ترغیب دے

اور برائی سے منع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا حکم دیا ہے، وہاں ساری امت کو خطاب ہے۔ اُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَافِرٌ وَنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (الآیۃ) کہ تم سب امتوں سے بہتر ہو جو بھیجے گئے ہو لوگوں کے لیے، نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو ہر امتی کا فریضہ ہے۔ گھر میں، مسجد میں، بازار میں، دوکان میں، غمی میں، خوشی میں، کہیں بھی ہو، اپنا فریضہ ادا کرے۔ اس کے لیے اجتماع، اشتہار، منادی اور باہر نکلنا، گشت کرنا اور اکٹھے ضروری نہیں۔ ایک آدمی بھی یہ کر سکتا ہے اور ایک ایک کو بھی امر و نہی کر سکتا ہے اور دعوت الی اللہ ساری امت پر لازم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۳۲۳

اس سے معلوم ہوا کہ دعوت الی اللہ مخصوص جماعت کا کام ہے ہر ہر مسلمان کا نہیں ہے یہ کام وہی کر سکتے ہیں جو دلیل و برہان کی روشنی میں نیکی اور بدی کا بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں اور موقع و محل کی پرکھ کر سکتے ہیں۔

وہی بالا ہیں دنیا میں جو اپنا نیک و بد سمجھیں

یہ نکتہ وہ ہے جس کو اہل دل اہل خرد سمجھیں

دعوت الی اللہ کے لیے علم و بصیرت ضروری ہے:

ابھی قارئین کرام نے پڑھا کہ دعوت الی اللہ تعالیٰ علمائے کرام اور مخصوص جماعت کا کام ہے ہر کہ وہ کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي

(یوسف، رکوع ۱۲)

”کہہ دے یہ میرا راستہ ہے۔ بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھی ہیں۔“

عورتوں کی تبلیغی جماعت

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ

امام عبدالوہابؒ شرعی لکھتے ہیں کہ تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احکام شرع کی تبلیغ کا کام مردوں پر لازم قرار دیا ہے نہ کہ عورتوں پر۔ عورتوں کو تبلیغ کا کام سونپنا عیسائی مشزیوں کی تقلید ہے۔ اب ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی عورتوں کو تبلیغ پر بھیجنا شروع کر دیا ہے مگر یہ غلط ہے۔ عورتیں گھروں اور مدرسوں میں تعلیم و تربیت کا کام تو انجام دے سکتی ہیں مگر مردوں کی طرح جماعت کی شکل میں تبلیغ کے لیے نکلنا غیر فطری امر ہے، اس کے نتائج اچھے نہیں نکل سکتے بلکہ قباحتیں پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ انگریز نے تو اسی آڑ میں بے حیائی کے بڑے بڑے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ آج مسلمانوں میں وی چیزیں عود کر رہی ہیں جو

۳۳۳

شاہ صاحب بخاریؒ کی خدمات کے پیش نظر وقت کے بڑے شیخ علامہ انور شاہ کا شیر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کو امیر شریعت کا خطاب دیا۔
ایسے لوگوں کے بارے میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تبلیغ کا کام نہیں لیا، آفتاب چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

از خدا خواہم توفیق ادب

۳۳۶

افسوس مولوی صاحب سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم دعا جو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، بھول گئے؟ یعنی اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ منعہم علیہم یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اس سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی راہ مراد ہے یا بنی اسرائیل کی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤلف کا علمی تعارف اور آپ کے کبار مشائخ اور اساتذہ

(آپ کی اپنی زبانی)

بھم اللہ تعالیٰ راقم الحروف نے ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء مدرسہ نصرۃ العلوم واقع جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں تحصیل علم حدیث کی۔ یہ میرا مادر علمی ہے۔ ۱۳۹۱ھ میں مدرسہ ہذا میں افتاء اور تدریس کی خدمت میرے سپرد ہوئی۔ یقیناً میں اتنی بڑی ذمہ داری کا قائل نہ تھا۔ میرے زاویہ خیال میں یہاں تک رسائی کا واہمہ بھی نہ تھا۔ لیکن باعث اطمینان یہ کہ ماسطلبت تلک العہدہ وما اردتھا بل حملت من عند الاساتذۃ والمشائخ فتحملت وحملت بفضل اللہ ورحمته۔

اس معبد علمی میں حضرت الاستاذ الشیخ محی السنۃ مولانا ابوالزہد شیخ محمد سرفراز خان صفدر صدر المدرسین مدرسہ ہذا اور جامع الفضائل والکمال مولانا الشیخ صوفی عبدالحمید صاحب خلدت ظلالہم ومدت فی الافاق انفاسہم وافکارہم، ان دونوں بزرگوں کے حکم سے اور ان کی تربیت اور سرپرستی میں فتویٰ لکھنا شروع کیا۔ بھم اللہ تعالیٰ وفضلہ۔

راقم الحروف پر اکابر علماء اور مشائخ کا اعتماد و اطمینان

فتاویٰ وغیرہ میں بندہ پر حسب ذیل بزرگوں نے اعتماد و اطمینان کا اظہار کیا۔

(۱) حضرت الشیخ مولانا عبدالرشید نعمانی، نظم الدرر فی شرح الفقہ الاکبر برولیۃ ابی مطیع البلیخی، جو ہمارے شیخ مولانا المفتی قاضی عبداللہ ذریہ غازیخان کی شرح کے ساتھ مجلس علمی کراچی نے ۱۹۸۵ء میں چھاپی۔ اس پر میرا عربی مقدمہ، مناقب امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ترجمۃ المؤلف مطالعہ فرما کر بہت سراہا اور کہا آپ نے ایک نئے اسلوب میں امام صاحب پر لکھا ہے جو بہت وقیع اور جاندار ہے۔

(۲) حضرت الشیخ الاستاذ مولانا القاضی شمس الدین مختلف فیہ مسائل میں فتویٰ کیلئے

کبار مشائخ و اساتذہ جن سے تفسیر، حدیث فقہ اور افتاء میں درس لیا اور استفادہ کیا
۱۔ حضرت الاستاذ الشیخ مولانا محمد امیر المتوفی ۱۴ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ بمطابق یکم اگست ۱۹۸۵ء۔

درس ۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۵ء۔ استفادہ تا آخر حیات (مدرسہ عربیہ چاہ داد و والاجوک ونیس ملتان)

۲۔ حضرت الاستاذ الشیخ مولانا مفتی محمود المتوفی ۳ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء۔

درس ۱۹۵۶ء استفادہ تا آخر حیات (قاسم العلوم ملتان)

۳۔ حضرت الاستاذ الشیخ مولانا عبدالرحیم المتوفی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹۹۶ء ماہ اکتوبر۔ درس سراجیہ

۱۹۵۶ء (مدرسہ عربیہ کبھار منڈی ملتان)

۴۔ حضرت الاستاذ الشیخ مولانا قاضی شمس الدین المتوفی ۱۹۸۵ء۔ درس صحاح و تفسیر ۱۹۵۷ء

نصرۃ العلوم گوجرانوالہ دورہ حدیث کے سات رفقا میں سے اول۔ استفادہ تا آخر حیات (جامعہ

صدیقیہ گوجرانوالہ)

۵۔ حضرت الاستاذ الشیخ المرشد حضرت مولانا احمد علی لاہوری المتوفی ۱۹۶۲ء۔ دورہ تفسیر ۱۹۶۰ء

(قاسم العلوم جامع مسجد شیرانوالہ لاہور)

راقم الحروف سمیت چار رفقا اول آئے۔ نمبر ۱۰۰/۱۰۰ جب مجھے سند دینے کی باری آئی حضرت شیخ

۳۵۳

نے فرمایا پرچہ جات موجود ہیں جسے شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

۶۔ حضرت الاستاذ الشیخ ابوالزاہد محمد سرفراز خان صدر۔ درس صحاح ستہ ۱۹۵۷ء۔ استفادہ تا آخر

حیات (نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

۷۔ حضرت الاستاذ الشیخ مفتی مولانا قاضی عبید اللہ المتوفی ۱۹۸۵ء۔ استفادہ ۱۹۶۱ء تا آخر حیات

(مدرسہ عبیدیہ ڈیرہ غازی خان)

۸۔ حضرت الاستاذ الشیخ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان المتوفی ۱۹۸۰ء۔ دورہ تفسیر ۱۹۶۲ء تین

سوطبہ میں سے اول فاز فی الدرجة الاولى (تعلیم القرآن رجبہ بازار راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احوال واقعی

مولوی عیسیٰ خان آف سانس المعروف سانس صاحب نے مولوی طارق جمیل کی
قباحتوں سے پردہ سرکاتے ہوئے ایک انتہائی نازک پہلو کا بھی ذکر کیا ہے کہ
علماء دیوبند پر حرمین شریفین کے علماء نے بالاتفاق فتوائے تکفیر صادر فرمایا ہے
یعنی

۱۔ مولوی رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ 1905ء

۲۔ مولوی قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۰ھ 1879ء

۳۔ مولوی خلیل احمد امپٹھوی المتوفی ۱۳۲۵ھ 1926ء

۴۔ مولوی اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ 1943ء

اپنی گستاخانہ کفریہ عبارات کی وجہ سے دائرۃ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں ان پر

توبہ کرنا فرض اور تجدید ایمان لازم ہے جس کی تفصیل ”حَسَامُ الْحَرَمَیْنِ

عَلٰی مَنَحْرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْنِ“ میں موجود ہے

نیز شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے برصغیر کے ۲۶۸ جید علماء اکرام سے تصدیقات لے کر الصور ارم الہندیہ

کے نام سے ان کو شائع فرمایا

چونکہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اور شروع بھی مولوی عیسیٰ خان سانسی نے کیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ بھی یہ ہے کہ مولوی سانسی صاحب کے استاذ مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی نے اکابرین دیوبند کی ان کفریہ عبارات کی متعالیٰ عن الحیاء ہو کر وکالت کی ہے کیونکہ ان عبارات کی وکالت کے لئے کامل طور پر فاقد الحیاء ہونا شرط ہے یہ خوبی صرف گکھڑوی صاحب میں نظر آتی ہے کسی موقع پر مولوی طارق جمیل صاحب نے گکھڑوی صاحب کے اس فعل وکالت کی قباحت پر تبصرہ کرتے ہوئے کوئی طنزیہ بات کہہ دی تو سانسی کا اپنے استاذ کی مذمت پر برا فروختہ ہو گئے

ورنہ مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب وہی ہیں جنہوں نے بستر مرگ پر لیٹے ہوئے بھی مولوی طارق جمیل کے مجموعہ خطبات پر تصدیق لکھوائی اور ان کے ایک بیٹے اور شاگرد مولوی زاہد الراشدی نے بھی بڑے ذوق سے تصدیق و تقریظ سے کتاب کی اہمیت بنانے کی کوشش کی اور مولوی طارق جمیل کو خوب پمپ کیا مگر جب بموجب

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مولوی طارق جمیل کے منہ سے اتفاقاً حق بات نکل گئی تو گکھڑوی صاحب کے دوسرے بیٹے مولوی عبدالحق نے پہلی تقریظ و تصدیق کے برعکس مولوی طارق

جمیل کے خلاف بستر مرگ پر دراز اپنے والد سے تقریظ حاصل کر لی بوڑھا باپ تو نموت و حیات کی کشمکش میں مبتلا اپنی متعصبانہ وکالت اور علمی خیانتوں کو یاد کر کے میں ہلاک ہو گیا، ہلاک ہو گیا، ہلاک ہو گیا، کی دہائی دے رہا تھا

اور اس کے ناخلف بیٹے باپ کی تضاد بیانی اور ذوالوجہینی و ذواللسانی کا سامان فراہم کر رہے تھے

اس طرح گکھڑوی صاحب کے شاگرد سانسی صاحب کی رگ حمیت پھڑکی تو اس نے مولوی طارق جمیل ہی کیا ساری تبلیغی جماعت کو تختہ دار پر لٹکا دیا حتیٰ کہ ان کی دیگر مشہور چالبازیوں کے علاوہ، ایک خاص دھوکہ دہی کا ذکر بھی کیا کہ یہ لوگ جہاد کے متعلق آیات و احادیث کو تبلیغی جماعت پر منطبق کر کے قرآن حکیم میں معنوی تحریف کا دھندہ بھی کار ثواب سمجھ کر کرتے ہیں

مزید برآں تبلیغی جماعت کی جہاد سے روگردانی صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اعتراضات طارق جمیل کی بے باکیاں احادیث بیان کرنے میں، غلط بیانی، رافضیت نوازی امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے متعلق نرم لہجہ (گوکہ دھوکہ دہی کے لئے ہی ہے) فرقہ مودودیہ سے ہمدردی اور علماء دیوبند کے برعکس مودودی سے انس وغیر متعدد امور بھی زیر بحث آ گئے تو سانسی صاحب

نے حق تلمذ ادا کرتے ہوئے ان چیزوں کو بھی ظاہر کر دیا جنہیں چھپائے رکھنا خود پوہ بندی گروہ کا کارگر نسخہ ہے

واللہ تعالیٰ اعلم
الحق یعلمو ولا یعلمی علیہ

برحق ہے یہ ساری کتاب اسی ارشاد کا جلوہ ہے الغرض عبارات اکابر کی وکالت سر فراز خان صفدر لکھنوی کی زندگی کا حاصل ہے فقیر کے مربی و مشفق مناظر اسلام حضرت قبلہ صوفی محمد اللہ دتہ نقشبندی قادری و سنیوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 1405ھ 1985ھ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ وہ لکھنوی صاحب کی کتاب عبارات اکابر کا جواب بنام خرافات اصاغر لکھنے کا پروگرام رکھتے ہیں مگر ان کی عمر نے وفات کی عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ محسن اہل سنت حضرت قبلہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو کی تکمیل اس سیاہ کار کے ہاتھوں کروادے قرآن اسی طرف لے لے جا رہے ہیں وہ باللہ التوفیق موقع میسر آیا تو اپنے محسن و مربی کی آرزو کو جامہ دے تکمیل پہنچانے کی کوشش کی جائے گی

مسئلہ تکفیر چونکہ سائنسی صاحب نے لکھنوی صاحب طرح اختیار قرار دیا ہے اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں قارئین کرام کے سامنے ہم مسئلہ تکفیر جامع و مانع انداز میں پیش کریں تاکہ تبلیغی جماعت کے موجودہ بڑوں کی کیفیات سے آگاہی حاصل کرنے والے لوگ ان کے اکابرین کی منہج طبیعت سے بھی سیر حاصل

آگاہی حاصل کر لیں اور یہ فیصلہ کرنے میں وقت محسوس نہ کریں کہ احقاق حق کا فریضہ کن حضرات نے ادا کیا ہے اور ہٹ دھرمی و نفس پرستی کی آگ میں کون لوگ جلتے آرہے ہیں اس سلسلہ میں ہم شاہوار قلم و قراطس یکہ تاز ادب و تحریر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف لطیف دعوت انصاف شامل اشاعت کر رہے ہیں تاکہ زیر بحث مسئلہ کی اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجائے

واللہ تعالیٰ المستوفی للصواب

ظہور احمد جلالی عفی عنہ

دارالعلوم محمدیہ اہل سنت مانگا منڈی ضلع لاہور

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ بمطابق 25 مارچ 2011ء



نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْقَادِرِ الْأَمِينِ الْكَرِيمِ

علمائے دیوبند کے لئے پہلے سے اگر کوئی نرم گوشہ آپ کے دل میں موجود ہے تو اس کتاب کے مطالعہ کا آپ پر قدرتی رد عمل یہ ہو گا کہ آپ غصے کی جھنجھلاہٹ میں اسے بند کر کے کہیں ایک طرف رکھ دیں گے۔ لیکن اگر آپ بردبار، معاملہ فہم اور صاحب فکر سلیم ہیں اور واقعات کی تہہ میں اتر کر حقائق کی تلاش کا جذبہ اعتدال کے ساتھ آپ کے اندر موجود ہے تو آپ یہ جاننے کی ضرورت کو شش کریں گے کہ علماء دیوبند ایک ملک گیر محاذ جنگ کی بنیاد آخر کیونکر پڑی۔ بحث و مناظرہ کے وہ حقیقی اسباب و علل کیا تھے جن کے زیر اثر سالہا سال تک پورے ملک میں یہ معرکے گرم رہے۔

یہ نزاع دو چار آدمیوں تک محدود ہوتا تو اسے شخصی یا خانہ دانی منادات کی آویزش کہہ کر نظر انداز کیا جاسکتا تھا، لیکن علمائے دیوبند کے خلاف مذہبی پیکار کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ملک ہی نہیں، بیرون ملک کا بھی بہت بڑا خطہ اس کی لپیٹ میں ہے۔ مساجد سے لے کر مدارس تک مذہبی زندگی کے سارے شعبے اس اختلاف سے س درجہ متاثر ہیں کہ دیہات سے آفاق تک پوری قوم دو ملتوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ اس لئے اس ہمہ گیر اختلاف کو دیوبند اور بریلی کا شخصی نزاع قرار دے کر اس کے حقیقی محرکات ختم پوشی نہیں کی جاسکتی۔

نہایت افسوس اور قلق کے ساتھ مجھے ہندو پاک کے مسلم مورخین سے یہ شکوہ ہے کہ انہیں آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ غیر جانبداری کے ساتھ علمائے دیوبند کے خلاف ان مذہبی تحشیوں کی صحیح بنیاد معلوم کرتے جو ملک و بیرون ملک کے کروڑوں باکروڑ مسلمانوں کے درمیان نصف صدی سے پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ ایک نہ ختم ہونے والے روحانی کرب اور ذہنی و فکری انتشار کا شکار ہے۔ ہماری منظوری کے ساتھ اس سے بڑھ کر دردناک مذاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ عین بے خبری کی حالت میں ہمارے احتجاج کو فتنہ انگیزی سے تعبیر کیا۔ حالانکہ اپنے غم و غصہ اور اپنے جذبے کی تباہیوں کا اظہار ہر مظلوم کا واجب حق ہے۔

اتنی تمہید کے بعد اب ہم اس مذہبی نزاع کی پوری تفصیل اس میدان کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ وہ اس کی روشنی میں نزاع کے اصل محرکات کا پتہ چلائیں گے۔ بالفرض لگا ہوں پر بوجھ ہو جب بھی یہ سرگزشت صبر و تحمل کے ساتھ پڑے کہ حقیقت کا متلاشی کسی گروہ کا طرف دار نہیں ہوتا۔

علماء دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلافات کی تین مضبوط بنیادیں

کچھ کم ایک صدی سے ساری دنیا میں دیوبند اور بریلی کی مذہبی آویزش کا جو شعور برپا ہے اور جس کے ناخوشگوار اثرات پریس سے لے کر اسٹیج تک پوری طرح نمایاں ہیں، وہ بلا وجہ نہیں ہے۔ اگر اس حقیقت کی تلاش کیسے آپ نے اپنے ذہن کا دروازہ کھلا رکھا ہے، تو ذیل میں اس مذہبی نزاع کی وہ حقیقی بنیادیں پڑھئے جنہوں نے اہمت کو دو مستویوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

پہلی بنیاد

اپنی مذہبی شہرت کے اعتبار سے مسلمان کا جو والہانہ تعلق اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محترم ذات سے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس کا ایمان اپنے رسول کی بارگاہ میں اتنا مودب اور حساس ہے کہ رسول کی حرمت پر ذرا سی خراش بھی اسے برواشت نہیں۔ ناموس رسول کے تحفظ کیلئے ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر دور میں جس والہانہ جذبے کے ساتھ اپنی نذاکاریوں کا مظاہرہ کیا ہے وہ تاریخ کا جانا پہچانا واقعہ ہے۔ حب رسول کی وارفتگی کا یہ رُخ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی گستاخ کے خلاف غم و غصہ اور نفرت و غضب کے اظہار کے سوال پر کبھی یہ نہیں دیکھا کہ نشانے پر کون ہے۔ باہر کا ہوا اندر کا جس نے بھی رسول کی شان میں گستاخانہ جسارت کا اظہار کیا مسلمانوں کی غیرت ایمانی کی تلوار اُس کے خلاف بے نیام ہو گئی۔

آج ملعون رشدی کی زندہ مثال آپ کے سامنے ہے۔ رسول کی حرمت پر حملہ کر کے اس نے سارے عالم اسلام کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ قابل رشک ہیں وہ شہیدانِ محبت جو رشدی کے خلاف اپنی غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آقا کی عزت پر قربان ہو گئے۔ علماء دیوبند کے خلاف بھی ہمارے غم و غصہ کی سب سے بڑی بنیاد یہی ہے۔

کہ ان کے اکابر نے اپنی بعض کتابوں میں رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں سخت گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

① علماء دیوبند کے مذہبی پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو رذائل اور حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دی ہے جس کے وہ خود بھی اقرار کی مجرم ہیں۔ اہل علم و ادب زبان کے اس محاورے سے ابھی طرح واقف ہیں کہ محترم چیزوں کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ سے عظمت و تکریم کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب رذائل کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین و تنقیص کے معنی نکلتے ہیں۔ اُردو زبان کے محاورات میں تشبیہ و تمثیل کا یہ ضابطہ اتنا شائع اور ذائع ہے کہ کوئی صاحبِ علم اس کے ان معانی و مطالب کے استلزام سے انکار نہیں کر سکتا۔

اس بنیاد پر ہمارا یہ دعویٰ شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مولانا تھانوی بارگاہ رسالت کے گستاخ ہیں۔ انھوں نے رسول پاک کے علم شریف کو رذائل کے علم سے تشبیہ و تمثیل کر کے رسول کے خوفناک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

② علماء دیوبند کے دوسرے اور تیسرے مذہبی پیشوا مولانا خلیل احمد انصاری اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ زمین کے علم محیط کے سوال پر شیطان کا علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ شیطان کے مقابلے میں جو شخص رسول کی وسعت علم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔ کیونکہ شیطان کے علم کی وسعت پر قرآن و حدیث ناطق ہیں۔ رسول کے علم کی وسعت پر نہ قرآن میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔ اس میں قطعاً دورائے نہیں کہ شیطان کے مقابلے میں رسول پاک کے علم کی تنقیص ایک کھلا ہوا کفر اور ایک کھلی ہوتی گستاخی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی کھلی ہوتی گستاخی اور کھلا ہوا کفر ہے کہ شیطان کے مقابلے میں جو

شخص رسول پاک کی وسعت علم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے لیکن یہی عقیدہ شیطان کے بارے رکھنا شرک نہیں ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی رسول پاک کی صریح تنقیص ہے کہ رسول پاک کے علم کی وسعت پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن شیطان کے علم کی وسعت پر تہران میں بھی دلیل ہے اور حدیث میں بھی۔

③ علمائے دیوبند کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب "تحدیر الناس" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے۔ جبکہ حضور کو خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے آخری نبی ماننا قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی۔

بلکہ اپنی کتاب میں انھوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضور کے زمانے یا حضور کے بعد بھی اگر کسی نے نبی کا آنا فرض کیا جائے جب بھی حضور کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ حالانکہ یہ بات آسانی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی نے نبی کے آنے کی صورت میں حضور کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ مولانا نانوتوی کی یہی روایت کتاب ہے جسے قادیانی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے جواز کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ ختم نبوت کے مسئلے میں علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی ہے۔ اور یہ اختلاف حرمت و حلت کا نہیں بلکہ کفر و اسلام کا ہے۔

دعوت النصار

دیوبندی علماء کے ساتھ ہمارے اختلاف کی یہ پہلی بنیاد ہے جو ان کی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔ واضح رہے کہ اس بنیاد کا تعلق اہانت رسول اور انکار ضروریات دین سے ہے۔ جس کے کفر ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔ قرآن کی بیشمار

آیتیں اس عقیدے پر شاہد عدل ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہلکی سی گستاخی بھی اسلام اور ایمان کے رشتے کو منقطع کر دیتی ہے۔ علم اور عبادت کی کوئی فضیلت گستاخی کے انجام بد سے کسی کو ہرگز نہیں بچا سکتی۔

اس موقع پر اپنے قارئین سے یہ ضرور عرض کروں گا کہ اکابر دیوبند کی ان اہانت آمیز تحریروں کو آپ اس زاویہ نظر سے ہرگز مت پڑھتے کہ یہ دیوبند اور بریلی کی ایک مذہبی نزاع ہے۔ بلکہ مطالعہ کرتے وقت اپنی منکر کو اس نقطہ پر مرکوز رکھتے کہ اکابر دیوبند کی ان عبارتوں کی ضرب براہ راست رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و حرمت پر پڑتی ہے۔ ان کے گستاخ قلم کا حملہ علمائے بریلی پر نہیں بلکہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مہترم پر ہے۔ اگر خدا نخواستہ آپ نے ان تحریروں کا مطالعہ اس نقطہ نظر سے کیا کہ یہ دیوبند اور بریلی کے نام سے دو مکتب فکر کے علماء کا باہمی جھگڑا ہے تو جذبہ کا وہ والہانہ تقدس باقی نہیں رہے گا جو اپنے رسول کی حمایت میں کسی کے خلاف دو ٹوک فیصلہ کرنے کے لئے مطلوب ہے۔

میری اس گزارش کا مدعا صرف اتنا ہے کہ اپنی کسی بھی محبوب شخصیت کے مقابلے میں "رسول" کو ترجیح دینے کا سوال خود آپ کے اپنے ایمان کا تقاضا ہونا چاہئے۔ اس لئے علمائے بریلی کو آپ ایک طرف رکھتے۔ اور خود اپنے "مومن ضمیر" سے دریافت کیجئے کہ اکابر دیوبند کی ان تحریروں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت مجروح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور دین کے اصول و ضروریات سے انحراف کا پہلو واضح ہوتا ہے یا نہیں؟ ان کی یہ تحریریں کسی اجنبی زبان میں نہیں ہیں کہ آپ کو کسی مترجم کی ضرورت پیش آئے۔ وہ سیدی سادھی اردو زبان میں ہیں جنہیں آپ بھی سمجھنا چاہیں تو سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے حوالوں کی نشاندہی پر آپ کو اعتماد ہو تو اصل کتاب منگو کر دیکھ لیں وہ آج بھی کتب خانوں سے دستیاب ہو جاتی ہیں۔

اب رہ گیا طلبہ بریلی کا سوال تو اس سلسلے میں ان کا کردار اس سے زیادہ اہم ہے کہ اکابر دیوبند کی ان اہانت آمیز عبارتوں کو پڑھنے کے بعد جو انہیں ناقابل برداشت اذیت پہنچی اور جس روحانی کرب کے منظر اب میں وہ اپنا تک مبتلا ہو گئے اس کے رد عمل کا اظہار انہوں نے برملا کیا۔ تعلقات کی کوئی مصلحت اس راہ میں انہیں مائل نہیں ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے دیوبند کے ان اہل برین سے براہ راست رابطہ قائم کیا اور دلائل کی روشنی میں ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ان کفری عبارتوں سے جو تنقیص شانِ رسالت اور انکار ضروریاتِ دین پر مشتمل ہیں اعلانیہ توبہ صحیحہ شرعیہ کریں اور اپنی کتابوں سے ان الفاظِ جبارتوں کو نکال دیں۔ لیکن ان کی جھوٹی عزت و شہرت اس راہ میں مائل ہو گئی اور انہوں نے مار پڑا کر توجہ دے دی۔

گستاخانِ رسول کے درمیان ایک قدر مشترک | سلسلہ کلام سے ہٹ کر ایک بات اپنے قارئین کرام کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ امید کہ انتظار کا یہ لمحہ آپ کو باز نہ ملے گا۔

رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محترم میں گستاخی کرنے والوں کی تاریخ کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو ہر گستاخ کی یہ سرشت قدر مشترک کے طور پر آپ کو ہر جگہ نظر آئے گی کہ دل کے جذبہ نفاق کے زیر اثر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ ان کی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہے تو باز پرس کرنے پر ایک شرمسار مجرم کی طرح وہ اپنے کلمہ کفر سے توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کیلئے غلط سلسلہ تاویل اور سخن پردازی کے جذبے کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔

محمد رسالت میں بھی منافقین مدینہ کا یہی رویہ تھا۔ چنانچہ ایک سفر سے واپسی کے موقع پر جب منافقین نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ استعمال کیا۔ جب صحابہ کرام کے ذریعہ حضور تک یہ بات پہنچی اور حضور نے منافقین سے اس کے متعلق باز پرس فرمایا تو انہوں نے اعتراف جرم اور توبہ و معافی کے سب سے بات نہانے تاویل

کرنے اور حیلے بہانے تراشنے کا رویہ اختیار کیا۔ چونکہ اس وقت نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس لئے فوراً ان کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی کہ لَا تَقْعِدُوا قَوْلَ الْغَفَّةِ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ يَلْعَنُ مِلَّةَ بَنِي آدَمَ بَنَاتِمْ آيْمَانُ لَانِے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر نزولِ وحی کا سلسلہ جاری نہ رہتا تو ان کے جھوٹ کا پردہ فاش نہ ہوتا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلم معاشرے میں اپنے کفر کو چھپائے رکھتے۔

سخن پروی کی تازہ مثال | منافقین مدینہ کا یہ کردار عہدِ حاضر میں آپ دیکھنا چاہتے ہوں تو ہامد ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے پرو وائس چانسلر کا قضیہ پڑھیے۔ انہوں نے کسی انگلش میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے سیکور کھلانے کے شوق میں ملعون زمانہ رشدی کی کتاب کے بارے میں اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ حکومت ہند نے اس کتاب پر جو پابندی مائد کی ہے اُسے اٹھالینا چاہیے کیونکہ ہر شخص کو اپنی رائے کے اظہار کا بنیادی طور پر حق حاصل ہے۔

اس فقرے کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ رشدی نے اپنی ملعون کتاب میں جو اہانتِ رسول کی ہے اس پر اس سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اسے اپنی رائے کے اظہار کا بنیادی طور پر حق حاصل ہے۔ دوسرے لفظوں میں اپنے اس فقرے کے ذریعہ مشیر الحسن نے اہانتِ رسول کی کفلی ہوئی حمایت کی۔ جامد ملیہ اسلامیہ کے غیور اور سرفروش طلبہ قابلِ تحکیم و تحمیں ہیں کہ جب انہوں نے یہ انٹرویو پڑھا تو ایک گستاخِ رسول کی حمایت کی بنیاد پر وہ تحفظِ ناموسِ رسول کے جذبے میں مشیر الحسن کے خلاف پوری طرح صف آرا ہو گئے اور انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ چونکہ گستاخ کا حامی بھی گستاخ ہی ہوتا ہے اس لئے مشیر الحسن کو اس کے منصب سے نورا ہٹایا جائے۔ ہم ایسے دل آزار شخص کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ مسئلہ ناموسِ رسول کا تھا اس لئے جامد ملیہ کے اساتذہ کی بڑی تعداد نے بھی ہر طرح کے نتائج سے بے پرواہ ہو کر طلبہ کے موقف کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ دہلی کے مسلمانوں تک جب اس قضیہ کی تفصیل پہنچی تو ہر طرف مشیر الحسن کے خلاف نفرت و بے زاری

کی لہر دوڑ گئی اور طلبہ کے مطالبے میں شہر کے عوام بھی شریک ہو گئے۔ ذاکر نگر کی انجمن رضا نے جس جذبہ سرفروشی کے ساتھ مشیر الحسن کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا اور جامعہ کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی اور انھیں مسیح مشورے دیئے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے

لیکن دارالعلوم دیوبند کے علماء؟ | صرف دارالعلوم دیوبند کے علماء جن میں

مولوی سالم صاحب ابن قاری طیب صاحب اور مولوی احمد علی قاسمی اذہار و تدبیر دارالعلوم دیوبند کے ورکنگ جنرل سکریٹری مولوی فضیل احمد کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان تمام حضرات کے نزدیک مشیر الحسن کی گستاخی ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ روزنامہ قومی آواز دہلی کی مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں ان کے مشترکہ بیان کے الفاظ یہ ہیں۔

"طلبہ کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ دیکھنا چاہیے کہ جس کو شاتم رسول (گستاخ رسول) کہا جا رہا ہے وہ واقعتاً شاتم رسول ہے کہ نہیں۔"

کس قدر افسوس اور قلق کی بات ہے کہ جامعہ ملیہ کے طلبہ کو جو عالم دین نہیں ہیں، جامعہ ملیہ کے اساتذہ کو جو عالم دین نہیں ہیں اور دہلی کے مسلمانوں کو مشیر الحسن کی گستاخی سمجھ میں آگئی۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کے علماء اس کی گستاخی کو سمجھنے سے قاصر رہے۔

مالا نکہ قومی آواز کی اسی اشاعت میں اخبار کے آخری صفحہ پر مشیر الحسن کی بابت شیخ الباقع مسٹر بشیر الدین احمد کی ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس کا یہ حصہ مشیر الحسن کے جرم پر بھروسہ پور روشنی ڈالتا ہے۔

"جامعہ کے پروفیسر پائلر پروفیسر مشیر الحسن نے اس کتاب (رشدی کی کتاب) پر عامہ پابندی اٹھانے سے متعلق جو اظہار خیال کیا ہے وہ چونکہ باعث تکلیف ہے اور اس کی وجہ سے ناراضگی اور احتجاج کی ایک فضا پیدا ہو گئی ہے۔"

وائس چانسلر کی اسی تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مشیر الحسن کے خلاف طلبہ کا الزام بے بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ پابندی اٹھانے کی بات انھوں نے اسی بنیاد پر کی ہے کہ ہر شخص کو بنیادی طور پر اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے۔ اس لئے سلمان رشدی نے پیغمبر اسلام کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اپنے حق کا جائز استعمال کیا ہے، لیکن سخت افسوس ہے کہ اتنی وضاحت کے باوجود دارالعلوم دیوبند کے یہ علماء مشیر الحسن کو بے گناہ سمجھ رہے ہیں۔ ان کے پاس اس کی بے گناہی کی جو سب سے بڑی دلیل ہے وہ یہ ہے۔ پڑھئے اور خون کا گھونٹ پیجئے۔ "جس شخص کو شاتم رسول (گستاخ رسول) کہا جا رہا ہے وہ حجتاً کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ وہ اس گناہ سے بری ہے اور حضور کا مکمل احترام اپنے قلب میں رکھتا ہے۔"

دارالعلوم دیوبند کے ان علماء کی کج فہمی پر سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ انھیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کسی دعوے کے ثبوت کے لئے جرم کا اقرار ضروری نہیں ہے۔ اس کا بیان اور بیان کے الفاظ دعوے کے ثبوت کے لئے بہت کافی ہیں۔ ورنہ بتایا جائے کہ اسلامی تعزیرات کی تاریخ میں کس گستاخ کو اقرار جرم کی بنیاد پر سزا دی گئی ہے۔ تاریخ میں جسے بھی کوئی سزا ملی ہے اس کے الفاظ و بیان ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ کیا دارالعلوم دیوبند کا دارالافتاء یہ ثابت کر سکتا ہے کہ کلمہ کفر کی بنیاد پر جس کی بھی اس نے تکفیر کی ہے اس سے کفر کا اقرار کروا لیا ہے لیکن مشیر الحسن کے بارے میں سوا اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ جذبہ مت رسول پر مشیر الحسن کی حمایت کا جذبہ اگر غالب نہ آگیا ہوتا تو دارالعلوم دیوبند کے یہ علماء ایسی کچی بات ہرگز نہ کہتے۔ کس مصلحت نے انھیں مشیر الحسن کے حق میں صفائی کا وکیل بنا دیا ہے اسے وہی بتا سکتے ہیں۔ ہم نے تو یہ قلم صرف اسی لئے پھیرا ہے تاکہ ہمارے قارئین اس بات کو سمجھ سکیں کہ جذبہ مت رسول کسی گستاخ کے خلاف کس طرح اہل ایمان کو متحد کرتا ہے۔ اور جن لوگوں کا سینہ اس مقدس جذبے سے خالی ہے وہ گستاخ کی حمایت کے لئے کتنی بے حیائی کے ساتھ رکیک اور مضحکہ خیز تماریلوں کا سہارا لیتے ہیں۔

گستاخان رسول کی سرشت اور ان کے حامیوں کا ذہن و کردار سمجھانے کیلئے میں اپنے اٹھائے ہوئے سلسلہ کلام سے بہت دور نکل آیا۔ اب پھر آپ پچھلے اوراق میں اکابر دیوبند کے خلاف اہانت رسول کے الزامات کی بحث سے اپنے ذہن کا رشتہ جوڑ لیں۔

شمیک اسی طرح اسوقت بھی دیوبند کے علمائے اپنے اکابر کی گستاخیوں پر پڑھ ڈالنے کے لئے معاندکارویہ اختیار کر لیا اور سخی پروردی کے جذبے سے مسلح ہو کر وہ میدان میں اتر گئے اور پوری قوت کے ساتھ عوام میں اس بات کی تشریح کرنے لگے کہ اہانت رسول کے الزام سے ہمارا دامن بالکل پاک ہے۔ یہ سارا جھگڑا علمائے بریلی کا کھڑا کیا ہوا ہے۔ انھوں نے ہمارے اکابر کے خلاف اہانت رسول کا جو الزام عائد کیا ہے وہ بالکل جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔

ان کے پاس ذرائع ابلاغ اور مالی وسائل کی کمی نہیں تھی۔ جب ان کے اس جھوٹے پروپیگنڈہ سے عوام متاثر ہونے لگے تو ان کا جھوٹ فاش کرنے کے لئے مجبوراً ہمیں بحث و مناظرہ کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ تاکہ عوام کی عدالت میں بالکل آسنے سامنے یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ ان کے اکابر کے خلاف اہانت رسول کا الزام جھوٹا نہیں بلکہ امر واقعہ ہے۔

چنانچہ ہر مناظرے کی مجلس میں انہی کے مناظر علمائے کے سامنے ان کی کتابوں سے وہ اہانت آمیز عبارتیں صفا اور سطر کی نشاندہی کے ساتھ پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی رہیں اور ان کے علمائے نے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کتابیں ہمارے اکابر کی تصنیف کردہ نہیں ہیں اور عبارتیں ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔

بحث و مناظرہ کے ان معرکوں سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ملک کے عوام کی سمجھ میں یہ بات ابھی طرح اتر گئی کہ اکابر دیوبند کے خلاف اہانت رسول کا الزام بے بنیاد نہیں ہے۔ اور یہ بھی لوگوں نے واضح طور پر محسوس کر لیا کہ علمائے اہانت کا یہ سارا اضطراب اور تحریر و تقریر کے ذریعہ ان کی پیچیدگیوں کا یہ سارا مظاہرہ صرف تحفظ ناموس رسول صلی علیہ وسلم کے جذبے میں ہے۔

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی دوسری بنیاد

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی پہلی بنیاد ان کے اکابر کی وہ عبارتیں ہیں جو اہانت رسول اور انکار ضروریات دین پر مشتمل ہیں، جنہیں آپ گذشتہ اوراق میں پوری تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے۔ اگر آپ کی نگاہ میں ہمارے ایمانی احساسات کی کوئی قیمت ہے تو آپ نے ابھی طرح اندازہ لگالیا ہو گا کہ ان اہانت آمیز عبارتوں کے رد عمل میں علمائے دیوبند کے خلاف ہماری نفرت و بے زاری کبھی ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔

یہی ایک بنیاد ان سے ہماری علیحدگی کے لئے بہت کافی تھی جبکہ یہ معلوم کر کے آپ حیران رہ جائیں گے کہ اس کے علاوہ علمائے دیوبند کے کچھ مخصوص عقائد بھی ہیں جو اس قدر بڑے ہیں کہ ان میں نہایت اہم رد اد کرتے ہیں۔ ان عقائد کی تفصیل کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

- ① امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں۔ (تحدید النکاح)
- ② صریح جھوٹ سے انبیاء کا نفوذ رہنا ضروری نہیں ہے۔ (تصفیۃ العقائد)
- ③ کذب کو شان نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے۔ (تصفیۃ العقائد)
- ④ انبیاء کو معاصی سے موصوم سمجھنا غلط ہے۔ (تصفیۃ العقائد)

نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے سے نماز می مشرک ہو جاتا ہے۔ (صراطِ مستقیم)

نماز میں نبی کا خیال زنا کے خیال اور گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے۔ (صراطِ مستقیم)

خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (یکروز می)

خدا کو زمان و مکان سے منزہ سمجھنا گمراہی ہے۔ (ایضاح الحق)

جادو گروں کے شعبہ سے انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ (منصب امت)

صحابہ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے۔ (فتاویٰ شیعہ)

محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

ہر مخلوق چھوٹا ہوا جیسے عام بندے) یا بڑا (جیسے انبیاء و اولیاء) وہ اللہ کی شان

کے آگے چھوٹے بھی دلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہے

وہ اللہ جہل کے برابر مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

رسول بخش، نبی بخش، غلام معین الدین اور غلام فی الدین نام رکھنا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان)

”رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ“ ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ امتی

بھی رحمۃ للعالمین ہو سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

بزرگان دین کی ناستہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم ان کے چوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

یکساں کرنا اور سول چاہے گا تو نیک کام ہو جائیگا شرک ہے۔ (بہشتی زیور)

ان کے مزارات کی زیارت کیلئے سفر کرنا، ان کے مزار پر پیشانی کرنا، فرش

پانی پلانا ان کیلئے وضو وغیرہ انتقام اور شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

اپنے قارئین کرام سے درخواست کروں گا کہ انصاف و دیانت کے ساتھ آپ دیوبندی مکتب فکر کے ان مخصوص عقائد پر غور فرمائیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے عقیدہ توحید کے تقدس کو ٹھیس پہنچتی ہے اور کچھ وہ ہیں جو شان منصب رسالت کو مخدوش کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اگر صحیح مان لیا جائے تو دنیا کے نوے کروڑ مسلمانوں کے ایمان و اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ صدیوں پر مشتمل ماضی کے وہ لاکھوں اسلاف کرام بھی زخمیں آجاتے ہیں جنہوں نے ان عقائد و اعمال کے مخالف سمت کو اسلامی عقائد و اعمال کی حیثیت سے مقبول کیا ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے اہل بریلی کو ایک کنارے رکھئے اور اپنے مذہبی شعور کی بنیاد پر آپ خود بتائیے کہ کیا ان عقائد و اعمال کی صحت سے آپ اتفاق کرتے ہیں اور بغیر کسی تردد کے ہاں یا نہیں ہیں اس بات کا بھی دو ٹوک فیصلہ کیجئے کہ کیا آج کا مسلم معاشرہ انہی عقائد و اعمال کی بنیاد پر قائم ہے۔ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو ان علمائے حق کے بارے میں آپ صاف صاف اپنے خیال کا اظہار کیجئے جنہوں نے علمائے دیوبند کے ان خاندان زاد عقائد و اعمال سے اختلاف کیا ہے اور اسلام کے ایک پر جوش محافظ کی حیثیت سے امت کو ان گندے عقائد سے بچانے کی بھرپور جدوجہد کی ہے اور عین اس کے مخالف سمت میں اسلام کے صحیح عقائد کے ساتھ انہیں منسلک رکھا ہے۔

اب جمہور مسلمین ہی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان علمائے حق کا عظیم کارنامہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے اور اپنے ان گراں قدر خدمات کے ذریعہ ان علمائے حق نے امت میں تفرقہ ڈالا ہے یا انہیں ٹٹنے سے بچایا ہے۔

اگر اس حقیقت سے آپ اتفاق کرتے ہیں کہ آج بھی روئے زمین کے جمہور مسلمین کا وہی مذہب ہے جس کی حمایت ان علماء نے اپنی زبان و قلم سے کی ہے تو اس حقیقت سے بھی آپ کو اتفاق کرنا پڑے گا کہ جمہور مسلمین کے صحیح پیشوا بھی یہی علماء ہیں جو لوگ دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان علماء کے خلاف تفرقہ اندازی کا الزام لگاتے ہیں وہ مذہبی تاریخ میں سب سے بڑے احسان فراموش کھلانے کے مستحق ہیں۔ آپ نہ بھی اپنے آپ کو بریلیوی کہیں جب بھی آپ کو علمائے بریلی کے اس

عظیم الشان کردار کا شکر گزار ہونا پڑے گا کہ انہوں نے آپ کو دیوبند کے غلط مذہب فکر کا شکار نہ ہونے سے بچا لیا۔ اور امت مسلمہ کو صحیح عقائد و اعمال کے ساتھ منسلک رکھا۔

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی تیسری بنیاد

تیسری بنیاد کے ضمن میں علمائے دیوبند کے وہ فتاویٰ اور تحریرات ہیں جن کے ذریعہ انہوں نے جمہور مسلمین کی مذہبی روایات کو حرام اور بدعت منکرات قرار دیا ہے۔ ذیل میں آپ ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

- ① انبیاء و اولیاء کے ساتھ توسل کو وہ حرام اور گناہ قرار دیتے ہیں۔
- ② حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بطلان الہی بھی وہ مسلم غیب کا عقیدہ تسلیم نہیں کرتے۔
- ③ تقویۃ الایمان کی صراحت کے مطابق وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ مرکز مٹی میں مل گئے۔
- ④ وہ محافل میلاد کے انعقاد اور قیام و سلام کو حرام قرار دیتے ہیں۔
- ⑤ بزرگان دین اور اموات مسلمین کے لئے ایصال ثواب اور عرس فاتحہ کو وہ حرام کہتے ہیں۔
- ⑥ مجلس ذکر شہادت حسین اور غوث پاک کی فاتحہ گیارہویں اور غریب نواز کی فاتحہ چھٹی کو وہ حرام کہتے ہیں۔
- ⑦ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کے موقع پر وہ خوشی منانے اور جلسہ و جلوس کے انعقاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔
- ⑧ مزارات اولیاء اور مقابر صلحاء پر گنبد کی تعمیر ان کے نزدیک حرام ہے۔
- ⑨ نعرۃ یار رسول اللہ اور یا نبی سلام ملک کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔
- ⑩ عقیدہ وقتہ اور بسم اللہ کی تقریبات میں اعزہ و اقارب اور احباب کو جمع کرنا ان کے نزدیک ناجائز ہے۔
- ⑪ تیمم، ادسواں، چالیسواں اور شب برأت کا حلوہ ان کے نزدیک ناجائز ہے۔

⑫ شادی، بیاہ، منگنی اور چوتھی میں ان کے نزدیک نہ کسی کو بلانا جائز ہے اور نہ کسی کے یہاں جانا جائز ہے۔

⑬ شادی کے موقع پر سہرا باندھنے کو وہ مشرکانہ فعل قرار دیتے ہیں۔
⑭ جو شخص مزارات اولیاء پر چادر چڑھاتا ہو، بزرگوں کا عرس کرتا ہو اس کے لڑکے کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کے رشتہ نکاح کو وہ حرام قرار دیتے ہیں، اس کے جنازے میں شریک ہونے، اس کی بیمار پر سی کرنے اور اسے سلام کرنے سے بھی یہ لوگ منع کرتے ہیں۔

⑮ ارواح اولیاء سے فیض حاصل کرنے اور مدد طلب کرنے کو بھی یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں۔
⑯ حضور اکرم سید عالم صلی علیہ وسلم کا نام پاک سُکرا لگوٹھا جو منے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔
⑰ رجب کے مہینے میں امام جعفر صادق کی فاتحہ کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔
⑱ رمضان المبارک میں ختم قرآن کے موقع پر مساجد میں چراغاں کرنے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔
⑲ اموات مسلمین کی قبروں پر تار سیاہ و فات کا پتھر نصب کرنے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔
⑳ نماز جنازہ کے بعد دو ما مانگنے کو بھی یہ لوگ ناجائز کہتے ہیں۔
㉑ عید کے دن معافہ کرنے اور بغیر ہونے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔

آپ ہی انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی یہ تیسری بنیاد بھی آپ کے سامنے ہے۔ اب آپ ہی انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں کہ کیا آپ علمائے دیوبند کے ان فتوؤں سے متفق ہیں۔ اور کیا یہ فتوے جمہور مسلمین کی روایات کی مخالفت میں نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے معاشرے کا مذہبی اور اجتماعی نظام ان فتوؤں سے مجروح نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے اور یقیناً ہوتا ہے تو آپ ہی فیصلہ کریں کہ ان فتوؤں کے مطابق عام مسلمان صبح سے شام اگر حرام ہی کا ارتکاب کرتے

رہتے ہیں تو ہمارا اسلامی معاشرہ کہاں ہے۔ ؟

یہی وہ منزل ہے جہاں واضح طور پر آپ کو علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچی ہوگی کہ علمائے دیوبند کی ساری محنت اس بات پر صرف ہوئی کہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کو گنہگار و حرام کا ثابت کیا جائے۔ اور علمائے بریلی نے اپنے علم کا سارا زور اس بات پر لگایا کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک حرام نہیں ہے اسے کون حرام کہہ سکتا ہے۔ من مذہبی اور اخلاقی روایات پر ہمارا معاشرہ کھڑا ہے انھیں بلاوجہ حرام قرار دینا علم اور فکر کی گمراہی بھی ہے اور مسلم دشمنی بھی۔

ہمارے قارئین کرام جذبہ انصاف سے کام لیں تو انھیں ماننا پڑے گا کہ علمائے بریلی کی ساری جدوجہد جمہور مسلمین کی حمایت میں ہے جبکہ علمائے دیوبند کی ساری کوششیں جمہور مسلمین کی مخالفت میں ہیں۔

اب اس سے بڑھ کر ناقدری اور زیادتی کیا ہوگی کہ جو لوگ آپ پر حملہ آور ہیں وہ آپ کے سب سے بڑے خیر خواہ ہو گئے۔ اور جو آپ کے بدنامی اور آبروریزی کے لیے کوشاں ہیں وہ آپ کا دفاع کر رہے ہیں انھیں آپ دشمن سمجھتے ہیں۔

حاصل گفتگو

اختلاف کی پہلی بنیاد سے لیکر یہاں تک جو کچھ ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس کا مدعا صرف اتنا ہے کہ آپ اختلافات کی نوعیت کو پوری طرح سمجھ لیں اور ہماری برائی، بیزاری اور علیحدگی کو کسی اور جذبے پر محمول نہ کریں۔ علمائے دیوبند کے گستاخ قلم کا حملہ ہماری اپنی ذات پر ہوتا تو عفو و درگزر اور مصالحت کی بہت سی راہیں نکل سکتی تھیں۔ لیکن جب انھوں نے منصب رسالت کی عظمتوں کو نشانہ بنا کر اللہ اور اس کے پیارے رسول کو اذیت پہنچائی ہے تو اب ان کے متعلق جو فیصلہ ہو گا وہیں سے ہو گا۔

کسی بھی عالم کے ساتھ ہمارا رشتہ براہ راست نہیں ہے بلکہ نبی کے توسط سے ہے۔

جب اپنا رشتہ وہیں سے کوئی کاٹ لے تو ہمارے ساتھ رشتہ جوڑنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نبی پاک کے ساتھ وفاداری کے جذبے ہی کا یہ تقاضا ہے کہ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے، نہ یہ کہ ان گستاخوں سے ہم اپنا رشتہ منقطع رکھیں گے، بلکہ ہماری کوشش جاری رہے گی کہ ہر مومن وفادار کا رشتہ ان سے منقطع کرتے رہیں۔

ہمارے خلاف علمائے دیوبند کے الزامات

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلافات کی تاریخ اوصوری رہ جائے گی اگر ان الزامات کا ذکر نہ کریں جو علمائے دیوبند نے ہمارے خلاف عائد کئے ہیں۔

ہمارے خلاف ان کا سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ ہم نے صاحب علم و فضل علماء کی تکفیر کی ہے اور ہم کفر کا فتویٰ دینے میں بہت بے باک اور غیر قائل واقع ہوئے ہیں اور اپنے مسلک میں ہم بہت شدت پسند اور متعصب ہیں۔ اس الزام کے دفاع میں اس سے زیادہ اور ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ ہماری کتاب "حسام المؤمنین" میں صرف پانچ اشخاص کے خلاف یہ الزام اہانت رسول و انکار ضروریات دین کفر کے فتوے صادر کئے گئے ہیں۔ جن پر جریمین طینین اور بلا و عرب کے اکابر علماء اور مشائخ نے بھی اپنی مہر توثیق ثبت فرمائی ہے۔

ان میں چار تو یہی اکابر علماء دیوبند ہیں جن کا تذکرہ پہلی بنیاد کے ضمن میں گذر چکا ہے اور پانچواں مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ہے۔

اب اگر کوئی اپنی شامت عمل سے ان پانچوں میں سے کسی کے بھی کلمات کفریہ کی حمایت کرتا ہے تو اس کے لازمی نتائج اور واہمی تعزیرات کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ علمائے بریلی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ بلا وجہ کسی کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے۔ اہانت رسول و کفر کفر

کی حمایت کر کے اپنی عاقبت برباد کرنے کا انتقام وہ خود کرتے ہیں۔ کسی اور کو مطمئن کرنے سے کیا فائدہ۔

ایک ضروری نکتہ

اس مقام پر اس نکتے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ جس طرح ایک غیر مسلم کو کلمہ ایمان و اسلام کے اقرار کے بعد مسلم سمجھا جاتا ہے اسی طرح ایک مسلم کو اگر وہ معاذ اللہ کفر کا مرتکب ہو جائے تو اسے غیر مسلم سمجھا بھی دین ہی کا ایک فریضہ ہے۔

فصوص مالات میں یہ ناخوشگوار فریضہ جس طرح علمائے بریلی کو انجام دینا پڑا ہے علمائے دیوبند بھی اس فرض کی ادائیگی میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ثبوت کیلئے مولانا عبد الماجد دریا بادی کی مشہور کتاب ”حکیم الامتہ“ میں مولانا امین احمد اصلاحی کا یہ خط ملاحظہ فرمائیں۔ یہ خط اس دور کا ہے جب مولانا اصلاحی مدرسۃ الاسلام سرائے میں سربراہ اعظم گڈھ کے منتظم تھے۔ موصوف کے خط کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

”مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسۃ الاسلام مدرسۃ کفر و زندہ قہر ہے۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسے کے (تلمیذ) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔“ (حکیم الامتہ ص ۴۷)

مولانا عبد الماجد دریا بادی تھانوی صاحب کے مرید و خلیفہ ہیں اس لئے مولانا امین احمد اصلاحی کا خط موصول ہونے کے بعد انھوں نے ایک معتمد کی حیثیت سے تھانوی صاحب کو ایک مفصل خط لکھا جس میں انھوں نے مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے ان کی عبادت و ریاضت، ان کی نماز تہجد اور ان کے زہد و تقویٰ کو ان کے اسلام و ایمان حک کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے متدین لوگوں کے خلاف کفر کا فتویٰ ملحق کے نیچے نہیں آتا۔

تھانوی صاحب نے ان کے خط کا جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے۔

”یہ سب اعمال و احوال ہیں۔ عقائد ان سے جدا گانہ چیز ہے۔ صحت عقائد

کے ساتھ مساوی اعمال و احوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال و احوال جمع ہو سکتا ہے۔“ (حکیم الامتہ ص ۴۷)

اس جواب کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہے کہ شہرت علم و کمال اور فضل و تقویٰ کے باوجود مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے خلاف مولانا تھانوی نے کفر کا جو فتویٰ صادر کیا ہے وہ درست اور صحیح ہے۔ تھانوی صاحب کے چاہنے والے مستعدین اس فتویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہی تاویل کریں گے کہ مولانا تھانوی نے ان دونوں حضرات کی تحریر یا تقریر میں کفر کی کوئی بات ضرور دیکھی ہوگی، بغیر کسی شرعی وجہ کے انھوں نے کفر کا فتویٰ ہرگز صادر نہیں کیا ہوگا اب یہی بات اگر ہم تھانوی صاحب اور دیگر اکابر دیوبند پر الٹ دیں کہ ان حضرات کے خلاف بھی کفر کا جو فتویٰ حرمین طیبین سے صادر ہوا وہ بھی بلا وجہ نہیں تھا۔ تکفیر کی کوئی شرعی وجہ ان کی نظر میں ضرور ہوگی جیسا کہ پہلی بنیاد میں اس کی ساری تفصیل آپ کی نظر سے گزر چکی ہے۔ اگر مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی شہرت، ان کی تکفیر سے مانع نہیں ہوتی تو اکابر دیوبند کے حق میں آسمان سے کوئی وحی نازل ہوتی ہے کہ کفر اور اہانت رسول کے جرم کے ارتکاب کے باوجود انھیں تکفیر سے مستثنیٰ رکھا جائیگا۔

تصلب و شدت پسندی کے الزام کا جواب

ہمارے خلاف علمائے دیوبند کا یہ الزام بھی ہے کہ ہم اپنے مسلک میں نہایت متعصب اور شدت پسند واقع ہوتے ہیں۔ اس الزام کا اس سے زیادہ موزوں اور مؤثر جواب کوئی اور نہیں ہو سکتا کہ ہم انھیں آئینہ دکھائیں کہ آپ خود اپنی تصویر اس آئینہ میں دیکھ لیں پھر کسی پر انگلی اٹھائیں۔

ابھی مولانا امین احمد اصلاحی کے خط میں تھانوی صاحب کا فتویٰ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ مدرسۃ الاسلام سرگمیر بھی چونکہ انہی کافروں کا مشن ہے اس لئے وہ بھی مدرسۃ کفر و زندہ قہر ہے۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسے کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و زندیق ہیں۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ اس سے زیادہ مسلک کی شدت پسندی اور کیا ہوگی۔ تھانوی صاحب

اپنے مسلک میں اتنے شدت پسند ہیں کہ جن لوگوں کو وہ بدین سمجھتے ہیں ان کی تحریر بھی دوانے مقتدر کو نہیں پڑھنے دیتے۔ کمالات اشرفیہ نامی کتاب میں ان کے ملفوظات کا مرتب ان کا یہ ملفوظا نقل کرتا ہے۔

”بدین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت لپٹی ہوتی ہے۔ ان کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوتی ہے۔ اس نے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔“ (کمالات اشرفیہ ص ۵۵)

اب ہماری مظلومی کے ساتھ انصاف کیجئے کہ جن لوگوں کو ہدایت رسول اور ضروریات دین کے انکار کے الزام میں ہم بے دین سمجھتے ہیں، اگر ہم بھی ان کی صحبت ان کی تقریروں اور ان کی تحریروں کے بارے میں یہی شدت اختیار کریں تو ہم کیوں لائق گردن زنی ٹھہرائے جائیں۔ شریعت کی جو مصلحت ان کے سامنے ہے وہ ہمارے سامنے بھی کیوں نہیں ہونی چاہیے؟

شدت پسندی کی ایک اور مثال

جو لوگ ندوہ کی تاریخ سے واقف ہیں وہ ابھی طرح جانتے ہیں کہ دیوبند کے اکابر ندوہ کے سخت مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ندوہ کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری جب ندوہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی دعوت لے کر مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے ملنے دیوبند گئے تو انہوں نے نہ صرف دعوت قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ملنے سے بھی انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جب مولانا مونگیری کی طرف سے اصل حوالہ آپ خود شریک نہیں ہو سکتے تو کم از کم اپنے کسی آدمی کو شرکت کی اجازت دے دیجئے تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔

”مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ انجام اس کا بخیر نہیں۔ اس واسطے میں اپنی طرف سے کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔“ (مذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۰۵)

”انجام اس کا بخیر نہیں“ اس الہام خداوندی کا اس سے زیادہ واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج ندوہ پر دیوبندی فرتے کا تسلط ہو گیا ہے۔

اور انجمن کی وحشت ناک تصویر اور خیال ہوجائے گی اگر اس کا آواز بھی آپ فکر میں رکھیں۔

مولانا شبلی نعمانی کے بارے میں اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ندوہ کے بانیوں میں ایک مؤثر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا ایک مضمون مقالات شبلی کے حصہ ششم میں شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون اس وقت کا ہے جب مولانا شبلی سے ندوہ کے ناظم کی چشمک ہو گئی تھی۔ بتدریج اختلافات یہاں تک بڑھے کہ مولانا کی حمایت میں ندوہ کے طلبہ نے اسٹرائک کر دیا۔ اس کے بعد کی سرگزشت خود مولانا کے قلم سے پڑھئے۔ لکھتے ہیں کہ۔

”میں اسی حالت میں مولود شریف کا زمانہ آیا اور طلبہ نے جیسا ہمیشہ کا معمول تھا مولود شریف کرنا چاہا۔ لیکن اس خیال سے کہ مولود شریف میں بیان کر دوں گا وہ مولود سے روکے گئے اور تین دن تک یہ مرحلہ رہا۔ آخر لوگوں نے سمجھایا کہ مولود کے روکنے سے شہر میں عام برہمی پھیلے گی مجبوراً شرطوں اور قیدوں کے ساتھ مولود شریف کی منظوری دی گئی۔“

(مقالات شبلی، ج ۶، ص ۱۳۱)

لیکن کیا آج بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطے میں محفل مولود شریف کے انعقاد کی اجازت مل سکتی ہے؟ کیا آج بھی ہمیشہ کا یہ معمول وہاں کے طلبہ میں زندہ اور باقی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اب ندوہ پر اہل دیوبند کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا ہے۔ غور فرمائیے! وہ آغاز تھا اور یہ انجام ہے۔ اور غضب یہ ہے کہ گنگوہی صاحب کا الہام انجام ہی کے بارے میں ہے۔ آغا کے بارے میں نہیں ہے۔

شدت پسندی کا ایک اور مکروہ نمونہ

دیوبندی مذہب کے مشہور پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اپنے مسلک میں کتنے شدت پسند تھے اس کی ایک مثال ندوہ کے سلسلے میں آپ پڑھ چکے۔ اب ان کی شدت پسندی، سخت مزاجی کا ایک اور مکروہ نمونہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

بزرگان دین اور ان کے مزارات طہیات سے انہیں اتنی سخت نفرت تھی کہ وہ ان کے عرسوں سے بھی سخت نفرت کرتے تھے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ ماہریر کے مشہور بزرگ، قطب عالم حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا مزار مبارک اسی گنگوہ میں ہے جو مولوی رشید احمد صاحب کا وطن مالوف ہے۔ ان کی طرف سے مولوی صاحب کے دل میں کتنی کدورت تھی اور وہ ان کے عرس شریف سے کس قدر نفرت کرتے تھے اس کا اندازہ آپ مولوی زکریا شیخ الحدیث سہارنپور کی اس تحریر سے لگائیے۔

موصوف اپنی کتاب تاریخ مشائخ چشت " میں لکھتے ہیں۔

" حضرت شاہ عبدالقدوس کا عرس جس کے بند کرنے پر آپ قادر نہ تھے، وہ اس درجہ آپ کو اذیت پہنچاتا تھا کہ آپ کو ممبر کرنا دشوار تھا۔ اول اول آپ ان دنوں گنگوہ چھوڑ دیتے اور رامپور تشریف لے جاتے۔ مگر آخر میں اس اذیت قلبی کے برداشت کرنے کی آپ کو تکلیف دی گئی تو یہ زمانہ بھی آپ کو اپنی خانقاہ میں رہ کر گزارنا پڑا۔

موسم عرس میں آپ کو اپنے منتسبین کا آنا بھی اس درجہ ناگوار ہوتا تھا کہ آپ اکثر ناراض ہو جاتے اور ان سے بات چیت کرنا بھی چھوڑ دیتے۔ ایک بار جناب مولوی محمد صالح صاحب جالندھری جو آپ کے خلفاء اور مجازین میں سے تھے، آپ کی زیارت کے شوق میں بیتاب ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا۔ اگرچہ آنے والے خادم کو اس کا وہم بھی نہ گذرا۔ مگر حضرت امام ربانی نے بجز سلام کا جواب دینے کے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ روٹی کھائی یا نہیں اور کب آئے اور کیوں آئے۔ مولوی محمد صالح صاحب کو وہ دن اسی طرح گذر گئے۔ حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا ان کو اس درجہ شاق گذرتا تھا کہ اس کو انہی کے دل سے پوچھنا چاہیے۔ آخر اس حالت کی تاب نہ لا کر حاضر خدمت ہوئے اور

ردود کر عرض کیا کہ حضرت مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت خدا شاہد ہے مجھے تو عرس وغیرہ کے ساتھ ابتدا ہی سے شوق نہیں۔ واللہ نہ میں اسوقت اس خیال سے گنگوہ آیا۔ اور نہ آج کل یہاں عرس ہونے کا مجھے علم تھا۔

حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ اگرچہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہیں تھی۔ مگر جس راستے میں دو آدمی عرس کے آنے والے آئے تھے اس میں میرے تم تھے۔ (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۹۴)

اب قارئین کرام ہی انصاف فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر اپنے مسلک میں شدت پسندی کیا ہو سکتی ہے کہ ان کا مرید عرس شریف میں شرکت کی غرض سے گنگوہ نہیں گیا تھا، بلکہ اپنے پیر کی ملاقات کے لئے وہاں حاضر ہوا تھا۔ لیکن صرف اتنی سی بات پر کہ وہ عرس کے زمانے میں گنگوہ کیوں آیا اسے ایسی ذلت آمیز سزا دی کہ جیسے اس سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کو قطب عالم کے عرس سے اتنی ہی نفرت تھی تو وہ سلسلہ چشتیہ ماہریر میں مرید ہی کیوں ہوئے۔ جبکہ اس سلسلے کے سارے اکابر جن میں خواجہ خواجگان چشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے لیکر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار بابا فرید شکر گنج، محبوب الہی حضرت نظام الدین، حضرت ماہر پاک، حضرت چراغ دہلی، حضرت بندہ نواز گیسو دراز، حضرت ترک پانی پتی، حضرت شیخ عبدالحق ردووسی، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری، حضرت افی سراج، حضرت علامہ الحق پنڈوی اور حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانی تک کون ایسا بزرگ ہے جس نے اپنے پیروں کا عرس شریف نہ کیا ہو۔

تعجب ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی صرف اتنی سی بات پر کہ عرس کے زمانے میں ان کا مرید کیوں آیا اس سے منع پھیر لیا۔ لیکن سلسلہ چشتیہ کے جو مشائخ کبار ساری زندگی اپنے پیروں کا عرس کرتے رہے انہیں وہ اپنا پیر و ستیگر ملنے ہیں۔ یہ سوال گنگوہی صاحب کے سر پر تلوار کی طرح ٹٹک رہا ہے کہ جو پیر گنگوہی صاحب کے مسلک کے مطابق خود عمر مات ذہم مات میں مبتلا

ہو رہی کسی کا ہاتھ پکڑ کر خداسی کی منزل تک کیونکر پہنچا سکتا ہے۔

ہمارے خلاف علمائے دیوبند کا دوسرا الزام

جن لوگوں کے اعتقاد میں مسند پر امام اہلسنت علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی نے اپنے قسم کا نشتر پلایا تھا وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زندگی بھر کر رہتے رہے۔ انتقام ہرزخمی کا فطری تقاضا ہے اور فطرت ہی کا یہ بھی داعیہ ہے کہ جب آدمی دشمن پر قابو نہیں پاتا تو دشنام طرازیوں پر اتر آتا ہے چنانچہ علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ علم و استدلال کے ذریعہ جو لوگ اپنے خلاف اہانت رسول کے الزام کا دفاع نہیں کر سکے انھیں اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کی یہی صورت نظر آئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو "مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی" کی شخصیت کو مجروح کیا جائے۔ علمی جلالت اور کردار کے تقدس پر انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہ مل سکی تو یہ الزام تراشا گیا کہ انہوں نے سنتوں کی بجائے بدعتوں کو زندہ کیا ہے۔ حالانکہ مجدد ہونے کی حیثیت سے امیائے سنت اور امتیاز میان حق و باطل ہی علیہ السلام کا اصل کام ہے جس کی بیشمار مثالیں ان کے فتاویٰ کی ضخیم جلدات میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔

اس طرح کے الزام تراشنے والوں میں شیخ دیوبند مولوی حسین احمد صاحب صدر جمیہ علمائے ہند کا نام سرورق پر ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی کو پانی پی پی کر تقریباً چھ سو گالیاں دی ہیں۔ انہی میں ایک گالی "مجدد البدعات" کی بھی ہے۔ جس سے ان کی کتاب کا ورق داغدار ہے۔

لیکن اس مقام پر علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی کے کردار کی ارجحندی کو بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے خلاف کذب بیانی اور الزام تراشی کا کاروبار کرنے والے اپنی ہزار دشمنی کے باوجود اب تک یہ الزام ان پر عائد نہ کر سکے کہ وہ بدعتوں کے موجد بھی ہیں۔

"تنبیہ" اور "مؤجد" کے درمیان جو معنوی فرق ہے وہ اہل علم پر غفی نہیں ہے۔ اب جو لوگ علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی کو "مجدد البدعات" کہتے ہیں انھیں یہ بتانا ہو گا کہ جن بدعات

کھانہوں نے زندہ کیا ہے ان کا موجد کون ہے۔ اور اپنی کارگزار یوں کی یہ رپورٹ بھی پیش کرنی ہوگی کہ علمائے دیوبند نے ان موجدین کو کتنی گالیاں دی ہیں۔

اس وقت میرا موضوع یہ نہیں ہے ورنہ میرے پاس ان بدعات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی ایجاد کا سہرا خود علمائے دیوبند کے سر بندھا ہے۔ وقت اگرچہ نہیں ہے لیکن مقام کی مناسبت سے علمائے دیوبند کی ایجاد کردہ بدعات کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ کر کے گزر جانا چاہتا ہوں تاکہ الزام بغیر سند کے نہ رہے۔ ذیل میں ان بدعتوں کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

- ① دفع بلا اور قضائے حاجات کے نام پر مدرسہ کی مالی منفعت کے لئے ختم بخاری شریف کی بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔
- ② نماز جنازہ کے لئے انتظامی مصلحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ غلط اعتقاد کی بنیاد پر احاطہ دارالعلوم میں ایک مسجد مخصوص کرنے کی بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔
- ③ مسلم میت کے کفن کے لئے "کھدر" کی شرط لگانے اور کھدر کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے سے انکار کر دینے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود شیخ دیوبند مولوی حسین احمد میر وراثت انبیاء کی سند تقسیم کرنے کے لئے اہتمام و داعی کے ساتھ صد سالہ اجلاس منعقد کرنے اور ایک ناظم اور مشرک عورت کو اسٹیج پر بلا کر اسے کرسی پر بٹھانے اور اپنے مذہبی اکابر کو اس کے قدموں میں جگہ دینے کی بدعت سیئہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

- ⑤ دینی درس گاہ کے امارے میں مشرکانہ الفاظ پر مشتمل قومی ترانہ کے لئے "قیام تعظیمی" کی بدعت سیئہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

- ⑥ کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے انتہائی جدوجہد کو مذہبی فریضہ سمجھنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود شیخ دارالعلوم دیوبند ہیں۔

- ⑦ اپنے اکابر کی موت پر اہتمام و داعی کے ساتھ جلتہ تعزیت منعقد کرنے اور ضلالت الباطل پر مشتمل منظوم مرثیہ پڑھنے اور پڑھانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دارالعلوم

دیوبند ہے۔

۸) بالاتزام کسی متعین نماز کے بعد نمازیوں کو روک کر ان کے سامنے تبلیغی نصاب کی تلاوت کرنے کی بدعت کا موجب بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود ملہائے دیوبند ہیں۔

۹) کلمہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر چلے اور گشت کرنے اور کرانے کی بدعت کا موجب بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود ملہائے دیوبند ہیں۔

۱۰) دارالعلوم دیوبند میں صدر جمہوریہ کی آمد کے موقع پر قومی ترانے کے احترام میں کھڑے ہونے کا حکم صادر کرنے والے بھی اکابر دیوبند ہیں جو اس وقت اسٹیج پر موجود تھے۔ اب یہی بتائیں کہ یہ بدعت کی کوئی قسم ہے۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار بدعات و منکرات ہیں جن کی ایجاد کا سہرا ملہائے دیوبند کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ امام اہلسنت والجماعت فاضل بریلوی کو بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔ ملہائے دیوبند ہر نوا ایجاد چیز پر بے دریغ بدعت ضلالت ہونے کا حکم صادر کر دیتے ہیں اور اسے حرام قرار دے کر مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کے نئے نئے فتنے برپا کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر مغفل میلاد ہی کو لے لیجئے۔ اس کے بدعت ضلالت اور حرام ہونے کی ان کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ سات سو برس کی نوا ایجاد بدعت ہے۔ موجودہ ہیئت کے ساتھ نہ وہ عہد رسالت میں موجود تھی اور نہ عہد صحابہ و تابعین میں۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات کے یہاں صرف نوا ایجاد ہونے کی بنیاد پر مغفل میلاد بدعت ضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی چیز کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ کسی سنت کو مٹاتا ہے یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتا ہے تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر مغفل میلاد کے اجزاء یہ ہیں۔

- ۱) اعلان عام ۲) فرش و تخت اور شامیہ وغیرہ ۳) روشنی ۴) بخور و عطریات و گلاب ۵) شیرینی ۶) جمع مسلمین ۷) ذکر و میلاد خواں ۸) ذکر الہی و ذکر رسول

۹) قیام و سلام۔

ان سارے اجزاء میں سے سوائے قیام و سلام کے کوئی جز ایسا نہیں ہے جس پر ان حضرات کا جلسہ سیرت یا جلسہ وعظ یا جلسہ تبلیغ یا جلسہ دستار بندی یا جلسہ تنظیم و جماعت پر شتمل نہ ہو۔ اعلان عام بھی ہے، فرش و تخت اور شامیہ بھی ہے، روشنی بھی ہے، جمع بھی ہے، واعظ و مقررین بھی ہیں۔ اس لئے ان میں سے کسی جز کو بدعت ضلالت کہہ کر اسے حرام قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کے خلاف حرام ہونے کا فتویٰ دیں۔

اب رہ گیا معاملہ قیام و سلام کا تو یہ بھی ان کے یہاں وجہ حرمت نہیں ہے کیونکہ بدون قیام بھی مغفل میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ان کے مشہور پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے تحریر فرمایا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ مغفل میلاد کی حرمت وجہ غلط روایتوں کا پڑنا یا بیان کرنا ہے تو میں عرض کروں گا کہ ہر روایت صحیحہ بھی مغفل میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ اپنے فتاویٰ میں مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی بھی تصریح کر چکے ہیں۔

میں نے متعدد مناظر میں دیوبندی ملہائے سوال کیا کہ جب ہماری مغفل میلاد اور آپ حضرات کے جلسہ وعظ کے اجزاء ایک ہی ہیں تو آپ کا جلسہ وعظ جائز اور ہماری مغفل میلاد حرام کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے تو کوئی چیز حرام یا حلال نہیں ہو سکتی کہ آپ کے جلسہ کا نام جلسہ وعظ یا جلسہ سیرت ہے اور ہمارے جلسہ کا جلسہ میلاد ہے۔

جب ان حضرات سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وجہ فرق میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور سرایا نور علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر جب ساری کائنات میں خوشی کے ڈنچے بج رہے تھے تو شیطان لعین کے گھر میں ماتم ہوا تھا وہ شدید غیظ میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔

اسے حضور پاک صاحب بولا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تکلیف پہنچی تھی۔ بہت فسک ہے کہ اس کی بیوی میں آپ حضرات کو ذکر ولادت سے تکلیف پہنچی ہو کیونکہ

دائد تو گزر چکا اب تو صرف اس کا ذکر ہی باقی رہ گیا ہے۔ آپ حضرات دیوبند میں اپنے دارالعلوم کا جشن صد سالہ مناتے ہیں تو شریعت آپ کا ہاتھ نہیں پکڑتی۔ اور ہمارے جشن عید میلاد النبی پر آپ کا دارالعلوم گرجے اور بے لگتا ہے۔ سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ جب کسی کی ذات سے دل میں کسی طرح کی جلن ہو جاتی ہے تو اس کے ذکر سے بھی دل جلنے لگتا ہے۔

ایک چُجھتا ہوا سوال اور اس کا جواب

میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد ہر خالی الذہن شخص کے دماغ کی سطح پر یہ سوال منور ہو گیا کہ ہندوستان میں دیوبندی فرقے کے علاوہ اور بھی بہت سارے باطل فرقے ہیں، لیکن کیا دوسرے کسی اور فرقے کے خلاف ملامتِ اہلسنت اس طرح صرف آرا نظر نہیں آتے جیسی صنفِ ہندی اُن کے یہاں اہل دیوبند کے مقابلے میں نظر آتی ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو تعلقِ اہل سنت نے ہر باطل فرقے کے خلاف تحریر و تقریر اور بحث و مناظرہ کے ذریعہ رد و ابطال کے فرائض جس گرم جوشی اور دیانت داری کے ساتھ انجام دیئے ہیں وہ ہر نیمروز کی طرح روشن ہیں۔ دین حق کے خلاف اُٹھنے والے فتنے کی سرکوبی کے سلسلے میں ہم نے کبھی اہل زمانہ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کیا ہے۔ شیعوں، قادیانیوں اور غیر مقلدین وغیرہ کے رویوں میں اہل اہلسنت و اہل حق فاضل بریوی کے بہت سارے رسائل و کھول کی تعداد میں شائع ہوئے اور ہر دور میں اُن کے بعد اُن کے خلفاء، تلامذہ اور متوسلین و متبعین نے تحریرات و خطبات کے ذریعہ جو خدمات انجام دی ہیں ان کے اثرات سے زمین کا کوئی نقطہ بھی خالی نہیں ہے۔ ایسی بات ہرگز نہیں ہے کہ دوسرے فرقہ ہائے باطلہ کے لئے کوئی نرم گوشہ ہمارے دلوں میں موجود ہے۔

دیوبندی فرقے کی خلاف شدت پسندی کی وجوہات

اب رہ گئی یہ بات کہ دیوبندی فرقے کے خلاف ملامتِ اہلسنت کا رویہ اتنا سخت کیوں

ہے تو اس کی متعدد وجوہات ہیں۔ جنہیں ٹھنڈے دل سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پہلی وجہ

تو یہ ہے کہ جن کفریات و ضلالت کی وجہ سے دیوبندی فرقے کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہے ان کا تعلق عقائد سے ہے اور وہ عقائد یا تو اُن کے دلوں میں ہیں یا انکی کتابوں کے اوراق میں چھپے ہوئے ہیں۔ اب جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو وہ بھی اپنے آپ کو مخفی کہتے ہیں۔ ظاہر میں بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی نماز پڑھتے ہیں، بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی اذان دیتے ہیں، بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی تراویح پڑھتے ہیں، بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی عیدین کی نماز پڑھتے ہیں۔ ظاہر ہی سطح پر اُن کے ظاہر میں کوئی ایسی واضح ملامت موجود نہیں ہے جس کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو ان کی شناخت ہو سکے۔ اس لئے ان کے متعلق عوام کا غلط فہمی میں مبتلا ہونا بالکل یقینی امر ہے۔ اسی بنیاد پر یہ ضرورت داعی ہوئی کہ عقیدے کی سطح سے عوام میں اُن کا اتنا واضح تعارف کرایا جائے کہ انہیں پہچاننے میں کوئی دشواری پیدا ہو لیکن جہاں تک شیعوں کا تعلق ہے تو جہاں انہوں نے اذان دی یا نماز کی نیست باندھی تو فوراً پتہ چل گیا کہ یہ اور ہیں اور ہم اور ہیں۔ یہی حال غیر مقلدین کا بھی ہے۔ ان کی فرائض نمازیں، ان کی دس اور ان کی تراویح اور ان کی عیدین نمازیں جیسے جیسے عوام کو تنبیہ کر دیتی ہیں کہ یہ دوسرے مذہب کے لوگ ہیں۔ اس لئے عوام کو ان سے خبردار کرنے کی اتنی سخت ضرورت نہیں کہ جتنی سخت ضرورت عوام کو دیوبندی فرقے سے پہچاننے کی ہے۔

دیوبندی حضرات شیعوں کو کس طرح بدعقیدہ بناتے ہیں؟

یہ گھس پٹے ہیں جو ہماری صفوں میں گھس کر اور ہمارا بن کر ہمارے عوام کو مختلف ترکیبوں سے قریب کرتے ہیں۔ اور جب وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارا تیر نشانے پر بیٹھ گیا تو وہ مختلف طریقوں سے انہیں اپنی جماعت کے اکابر کا عقیدہ تہذیب بناتے ہیں۔ اور اس کے بعد انہیں اتنا بدل دیتے ہیں کہ وہ اہلسنت کے ان سارے عقائد و روایات جنہیں وہ ایمان کی طرح عزیز رکھتے تھے اب شرک و بدعت سمجھنے لگتے ہیں۔ اور کچھ دنوں کے بعد ان کے دلوں پر بدعتیوں کی ایسی بہر لگ جاتی ہے کہ وہ قرآن کی کوئی بات سننے میں اور نہ حدیث کی — واضح ہے کہ یہ سارے باتیں میں

مفروضے کے طور پر نہیں لکھا ہوا بلکہ یہ ہمارے دن رات کے مشاہدات ہیں۔ ان حالات میں اہلسنت کے سادہ لوح عوام کو انبیاء و اولیاء کی جناب میں بدعتیہ ہونے سے بچانے کیلئے ہمارے پاس سوائے اس کے اور کیا راستہ ہے کہ ہم اپنے عوام کو دیوبندیوں کے عقائد اور ان کے مکر و فریب کے ہتھکنڈوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔

دوسری وجہ

دیوبندی مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد حقیقت پروردی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم میں منافقین مدینہ کی جو خصلتیں بیان کی گئی ہیں، ان ساری خصلتوں کے حقیقی وارث ہیں۔ مثال کے طور پر منافقین کے پاس دو زبانیں تھیں۔ ایک زبان تو وہ تھی جو صرف ان کے اپنے لوگوں میں کھلتی تھی۔ اور دوسری زبان وہ تھی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کے سامنے کھلتے تھے۔ قرآن نے ان کی اس خصلت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَلَا يَتَوَلَّوْنَ الْكَافِرِينَ أَتَوْا أَمَّا وَذَا أَخْلَوْا
إِلَى قَبِيلِهِمْ يَقُولُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ
مُسْتَهْزِئُونَ ۝

اور یہ وہ نبی کے جانثاروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری ہی طرح جاں نثار ہیں اور جب تمہاری میں اپنے شیاطین کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم حقیقت میں تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صماہ کے ساتھ صرف مذاق کہتے تھے

ٹھیک یہی حال دیوبندی فرقے کا بھی ہے۔ ان کے پاس بھی دو زبانیں ہیں۔ ایک زبان تو وہ ہے جو انبیاء و اولیاء کے وفاداروں اور عقیدت مندوں کے سامنے کھلتی ہے اور دوسری زبان وہ ہے جس زبان میں وہ اپنے گروہ کے لوگوں سے باتیں کرتے ہیں۔

عقیدہ و عمل کے تضاد کا ایک دلچسپ قصہ

اس کی زندہ مثال دیکھنی ہو تو آپ دہلی تشریف لائیے۔ یہاں جمیل الیاسی نام کے ایک مشہور شخص ہیں جو اپنی پیدائشی سرشت و خمیر کے اعتبار سے کٹر دیوبندی تبلیغی ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ "الیاسی" کا پوند ہی ان کے اندر کا سارا حال بتا دیتا ہے۔ ایک طرف دہلی میں وہ دیوبندیت و تبلیغیت کے اتنے سرگرم مبلغ ہیں کہ شاید ہی دہلی میں کوئی مسجد بھی ہو جسے دہلی وقف بورڈ اور وقف کو نسل ممبر ہونے کی حیثیت سے انمول نے

تبلیغی جماعت کی چھانوٹی میں تبدیل نہ کر دیا ہو۔

لیکن اب ان کی تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے اور سر پیٹے کہ دہلی کے بائیس خواجگان کی شاید ہی کوئی ایسی درگاہ ہو جہاں عرس کے موقع پر وہ پیش پیش نہ ہوتے ہوں۔ شریک ابیو گاندھی جب پہلی بار وزیر اعظم ہوسے تو ان کی چادر لیکر۔ بنی حضرت اجمیر شریف کے اور ان کی طرف سے خواجہ کے مزار شریف پر چڑھایا۔

اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ قصہ یہ ہے کہ جس زمانے میں شریعتی اندرا گاندھی وزیر اعظم کی کرسی سے اتار دی گئی تھیں اور اپنی ناکامی کے کرب میں زندگی گزار رہی تھیں تو خوش آمدست قبل کی نشاندہی کرنے والے جو تیشوں کی طرح یہ حضرت بھی ایک دن وہاں پہنچ گئے اور اندرا گاندھی سے کہا کہ دنیا میں صرف ایک ہی ذات ہے جو آپ کا گلیا ہوا تخت و تاج واپس دلا سکتی ہے۔ اور وہ ہے غوث اعظم کی ذات جن کا مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔

اندرا گاندھی کو اور کیا چاہیے تھا خود بغداد شریف کے سفر کا انتظام کرا دیا۔ اور یہ بغداد شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں مزار شریف پر پندرہ دن تک پلکش رہے۔ اور واپس آکر اندرا گاندھی کو خوشخبری دی کہ وہاں مجھے مزار شریف سے بشارت ہوئی ہے کہ نو مہینے کے بعد آپ کے دن پلٹ آئیں گے۔

انصاف کیجئے! اپنے عقیدے کے ساتھ اتنی زبردست جنگ سولے دیوبندی فرقوں کے اور کون لڑ سکتا ہے۔ دیوبندی زبان کے مادے میں قبروں کی پرستش بھی کرتے رہے اور مشرک بنانے والوں کو اپنا امام بھی ملتے رہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ایسے لوگوں سے بچنا کتنا مشکل ہے جن کے کئی چہرے ہیں۔ دیوبند اور سہارنپور میں کچھ ہے اور بغداد و اجمیر چلے گئے تو کچھ اور بن گئے!

دیوبندی مذہب کا ایک اور جنازہ

جن حضرات نے "تقویۃ الایمان" اور "پشتی زیور" کا مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ملالے دیوبند کے نزدیک قبروں سے

مدد مانگنا شرک جلی ہے، لیکن اپنے گھر کے بزرگوں کی قبروں کے بارے میں وہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں، اُسے سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب کی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں ملاحظہ فرمائیے۔
اپنی اس کتاب میں وہ حاجی املاؤ اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیرو مرشد میاں جی نور محمد جمنانوی کے سفر آخرت کا ذکر کرتے ہوئے حاجی صاحب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ اپنے مرض الموت میں ان کے پیرو مرشد نے ارشاد فرمایا کہ —

میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و مشقت ہوں گا لیکن مشیت باری کوئی چارہ نہیں۔ پیام سفر آخرت آ گیا ہے۔ جب حضرت نے یہ کلمات فرمائے تو میں پالکی کی پٹی پھر کر رونے لگا۔ حضرت نے تسلی دی اور فرمایا کہ فقیر مزار نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ ہو گا جو ظاہری زندگی میں ہوتا تھا۔ (محل)
میاں جی نور محمد کی قبر سے متعلق ایک عبارت ان کی سوانح حیات سے بھی ملاحظہ فرمائیے جو ادارۃ الملیات اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہوئی ہے۔ اور جس پر فارسی لیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تقریظ ہے۔ مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ —

حضرت میاں نجیور رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی آپ کی روح پرتو سے وہی فیضان و عرفان کا چشمہ جاری اور آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کے مزار مقدس سے بھی وہی فیوض و برکات مابسل ہوتے ہیں جو آپ کی ذات قدسی صفات سے ہوتے تھے۔ (سوانح میاں نجیور ص ۷۷)

اب اس دعوے کے ثبوت میں کہ ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر سے بھی وہی فائدہ ہوتا ہے جو ان کی ظاہری زندگی میں ہوتا تھا، ان کی سوانح حیات کے مصنف نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ — "ایک بار حاجی املاؤ اللہ صاحب نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مر رہا تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار پر حاضر ہوا اور فاتحہ کے بعد اس نے عرض کی کہ حضرت میں بہت پریشان اور تنگی معاش میں مبتلا ہوں میری کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہر مزار سے دعا کرنے روز ملا کریں گے۔

ایک مرتبہ میں زیارت کر گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز ولیدہ مقررہ قبر کی پائنتی سے ملا کرنا ہے۔ (سوانح میاں نجیور ص ۹۷)

انصاف کیجئے! دیوبندی فریقے کی مشہور کتابوں تقویۃ الایمان، بہشتی زیور اور فتاویٰ رشیدیہ میں نہایت مراعت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کسی قبر پر حاضر ہو کر مدد مانگنا اور مصیبتوں میں ان سے دستگیری کی درخواست کرنا صریح شرک ہے۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس واقعہ میں شرک کا وہ سارا نسوخی ایمان کے لباس میں تبدیل ہو گیا۔
اب آپ ہی فیصلہ کیجئے! کہ جس فریقے کے چہرے پر لفاق کے اتنے دبیز پردے ہوں کہ اپنے ہی مذہب کے عقیدے چھپالیں اس کی پہچان کتنی مشکل ہے۔
دیوبندی فریقے کے اسی دورنگی مذہب کے مفاسد سے بچانے کیلئے علامۃ اہلسنت کو مزدورت پیش آئی کہ عوام کو ان کے حقیقی چہرے کے خد وخال سے بار بار واقف کرائیں تاکہ وہ ان کے فریب میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔

بدعت کی بحث

دیوبندی فریقے کے یہاں بدعت کا لفظ بھی بہت کثرت استعمال ہے۔ بات بات پر اہلسنت کو بدعتی کہنا ان کی عام بول چال ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اہلسنت کا نام ہی بدعتی رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ اپنی اسی کتاب تاریخ مشائخ چشت میں مولانا ذکریا نے حاجی املاؤ اللہ صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ —

"میں کسی کو بیعت کرنے سے اس لئے انکار نہیں کرتا کہ وہ شخص کسی بدعتی کے بچے میں نہ گرفتار ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ سے مواخذہ فرمادیں کہ وہ تمہارے پاس گیا تھا تم نے کیوں رد کر دیا جس کی وجہ سے وہ ایسی مہنگی پھنسا۔" (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۶۶)

اس عبارت کا مطلب ہوا اس کے اور کیا نکلتا ہے کہ حاجی صاحب پر کہ دیوبندیوں کے

پیر و مرشد ہیں اس لئے تنہا ہی سنت کے طریقے پر ہیں باقی دوسرے شائع طریقت تو سرتا سر بدعتی ہیں۔

اب اسی مقام پر تصویر کا دوسرا رخ بھی آپ کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اسی کتاب میں مولانا ذکر یا نے لکھا ہے کہ حاجی صاحب نے اپنے پیر و مرشد میاں نجی نور محمد جھانوی کے مزار پر پتھر کا ایک کتبہ نصب کیا ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

شہر جھانہ ہے اک جاتے ہٹے مسکن و مادی ہے جس جا آپ کا
مولیٰ پاک آپ کا ہے اور مزار اس جگہ تو جان لے اے ہوشیار
اس جگہ ہے مرقد پاک جناب سر جھکاتے ہیں سب شیخ و شاہ
جس کو ہو شوق دیدار خدا ان کے مرقد کی زیارت کو وہ جا
دیکھتے ہی اس کے مجھ کو ہے یقین اس کو ہو دیدار رب المسلمین

غور فرمائیے! مرقد پاک کی زیارت کرنے کے لئے جانا اور مرقد پاک کے دیدار سے رب العالمین کا دیدار کرنا کیا ساری باتیں دیوبندی مذہب میں جائز ہیں؟ مولانا ذکر یا سے لے کر دیوبندی فرقے کے سارے اصاغر و اکابر کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ تقویٰ الہیہ، بہشتی زیور اور فتاویٰ رشیدیہ میں بیان کردہ عقائد کی روشنی میں وہ ثابت کریں کہ یہ اشعار دیوبندی مذہب کے مطابق ہیں۔ لیکن بات پھر وہیں پلٹ کر آتی ہے کہ یہ عمل چونکہ اپنے گھر کے بزرگ کا ہے اس لئے آنکھ بند کر کے اُسے جائز ماننا ہی پڑے گا۔

اپنے بزرگوں کی خاطر اصولوں کا خون کرنا دیوبندی فرقے کا یہی وہ دورنگی مذہب ہے جس کا پردہ چاک کرنے کے لئے علمائے اہلسنت کو کوکٹا میں بھی لگنا پڑا، مناظرہ بھی کرنا پڑا اور اسی کلمہ حق کو اپنی زندگی کا شبنم بھی بنانا پڑا۔

۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

۱۹ جولائی ۱۹۹۲ء

(ارشاد القادر کی غفرلہ)

بانی و مبتم جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی

اور اللہ اعلم

پیش نظر کتاب دراصل مشہور دیوبندی عالم سرفراز خاں گکھڑوی کے مایہ ناز شاگرد مولوی عیسیٰ خاں سانی گوجرانوالہ کی کتاب

کلمۃ الہادی الی سواء المسبیل

فی جواب

من لبس الحق بالا باطیل

کی تلخیص ہے اس میں 14 عدد علماء دیوبند کی تقریظات ہیں جن کی فوٹو کاپی شامل اشاعت ہے دیگر عبارات کلمۃ الہادی کے مختلف صفحات پر درج ہیں جن کی ہم نے فوٹو کاپی لے کر لگا دی ہے تاکہ کسی شخص کو کوئی شک نہ رہے صفحات کے نمبر لکھ دیئے ہیں تاکہ کوئی صاحب اصل کتاب دیکھنا چاہیں تو وقت پیش نہ آئے نیز کسی فریب کار کو سیاق و سباق کا پرانا حیلہ تراشنے کی راہ نہ مل سکے قارئین یہ بات ضرور سوچیں گے کہ ان 14 عدد دیوبندی مولویوں کو اپنے ہی دیوبندی مبلغ کی اس قدر مخالفت کی ضرورت کیوں پیش آئی حتیٰ کہ تبلیغی

جماعت کا سارا چہ بیہ ظاہر کر کے رکھ دیا

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب بظاہر نظر یہ آتا ہے کہ خارجیت جب بھی عروج پکڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ سے اسے تباہ و برباد فرما دیتا ہے آج بھی خارجیت اپنے عروج پر ہے تو مشیت الہیہ سے اس کی تباہی کے سامان بننا

شروع ہو گئے ہیں تاکہ ان گرگہائے اندروں و گر بہائے بیرون کی فریب کاری کا جال تار تار ہو جائے اور لوگ ان کی گمراہی سے خبردار ہو کر بچ سکیں یہ بھی قدرت الہیہ کا اپنا انداز ہے کہ خدام اہل سنت کے علاوہ خود خارجی بھی اس فتنہء خارجیت کے خلاف کمر بستہ ہو گئے ہیں مولوی عیسیٰ خان سانس نے کتاب کا نام ”کلمۃ الہادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل“ رکھ کر اور 14 عدد علماء دیوبند سے تصدیق کروا کر واضح کر دیا ہے کہ تبلیغی جماعت بظاہر کیسی ہی نیک پارسا کیوں نہ نظر آئے حقیقت میں باطل جماعت ہے اور اس سے وابستہ ہونے والے حق کے پیروکار نہیں بن سکتے

مقام حیرت : یہ عجیب بات ہے کہ جب مولوی طارق جمیل کی

تقریروں کا مجموعہ ”خطبات جمیل“ چھپ کر منظر عام پر آیا تو اس پر تصدیق مولوی سرفراز گلکھڑوی اور اس کے بیٹے مولوی زاہد الراشدی کی تھی اب مولوی طارق جمیل کے خلاف ”کلمۃ الہادی“ منظر عام پر آئی ہے تو اس پر بھی تصدیق مولوی سرفراز صفدر گلکھڑوی اور اس کے دوسرے بیٹے مولوی عبدالحق کی ہے گویا کہ مولوی سرفراز گلکھڑوی اپنے بیٹوں کی ہاکی کی گیند ہے ایک بیٹے نے باپ کو مولوی طارق جمیل کی حمایت میں استعمال کر لیا تو دوسرے نے مخالفت میں

آپ خود سوچ لیں ”کہ گلکھڑوی صاحب جو کہ بازیچہء اطفال بنے ہوئے ہیں“ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے اس پر بندہ ایک تاریخی حقیقت ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہے کہ میر پور عدلیہ کی تاریخ میں ایک منفرد واقعہ پیش آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پروفیسر مرزا زاہد حسین آف میر پور نے ”مقام نبوت“ کے نام سے ایک کتاب نکالی جو اپنی مندرجہ قبیح عبارات کی وجہ سے ناقابل قبول قرار پائی۔ میر پور کے مجاہد و غیر علماء حق اور فدایان رسول خدا جل جلالہ نے عوام نے اس کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی اور اس کے خلاف 295 کے تحت مقدمہ درج ہو گیا جب کیس سماعت کے لئے سیشن جج اور ضلع قاضی کی کچہری میں پہنچا تو انہوں نے بالاتفاق 295 میں C کا اضافہ کرتے ہوئے اس پر دفعہ 295-C لگا دی۔ کتاب کا مصنف ساڑھے سات سال جیل میں سڑنے کے بعد ایک موذی مرض میں مبتلا ہو کر جہنم رسید ہو گیا بلکہ عام افواہ یہ ہے کہ اس کے بیٹوں نے پھانسی کے خوف سے خود ہی اسے زہر کا ٹیکہ لگوا کر قعر دوزخ میں پھینک دیا

جب یہ ملعون جیل میں تھا تو آزاد کشمیر سے لیکر راولپنڈی اور لاہور تک کے مودودیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور بطور خاص تبلیغی جماعت کے سرکردہ لوگوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ کسی طرح سے ضمانت ہو جائے اور عدالتی

کاروائی پر اثر انداز ہونے کی چال یہ چلی کہ دیوبندی اور وہابی مولویوں سے فتوے لیکر عدالت میں پیش کرنے لگے کہ یہ عبارات درست ہیں اس سلسلہ میں علماء اہل سنت نے ان دیوبندی اور وہابی مفتیان پیٹ پرست سے فتویٰ لیا تو انہوں نے گستاخ کے خلاف فتویٰ دے دیا اور جب دیوبندیوں نے فتویٰ لیا تو گستاخ کی حمایت میں فتویٰ دیکر یہ لوگ از خود ہی مردود الفتویٰ قرار پائے جبکہ آزاد کشمیر کی عدلیہ کے معزز اراکین

۱۔ ضلع قاضی میرپور اے۔ کے

۲۔ سیشن جج میرپور اے۔ کے

۳۔ ۴۔ شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے دو معزز جج صاحبان

۵۔ ۶۔ سپریم کورٹ آزاد کشمیر کے دو جج صاحبان

نے بھی اس کی درخواست مسترد کرتے ہوئے اس پر لگی ہوئی دفعہ 295-C بحال رکھی اور ان دیوبندی وہابی مولویوں کے فتوؤں کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا جس کی تفصیل ہماری کتاب

”حق کا بول بالا“

مطبوعہ جامعہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے اس مقدمہ کی سماعت کے دوران تبلیغی جماعت اور مودودی جماعت کا گستاخ کی

حمایت میں انتہائی قبیح کردار سامنے آیا یہاں آزاد کشمیر عدلیہ کے فیصلوں پر مشتمل کتاب ”حق کا بول بالا“ کے چند صفحات نذر قارئین کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین ہو جائے کہ دورنگی، دو مونہ، دوہری چال، متضاد فتوے اور چہرے پہچان کر فتویٰ دینا ان حضرات کا پرانا وطیرہ اور طبعی چال ہے آج اگر باز بچہ اولاد ناخلف مولوی سرفراز خاں صفدر گلکھڑوی اور ان کے دونوں بیٹوں کے متضاد تاثرات سامنے آئے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ان کے بڑے بھی اس فن میں ید طولی رکھتے تھے اور بوقت ضرورت کام نکلانے میں بڑی مہارت کا مظاہرہ کرتے تھے

حق کا بول بالا کے چند صفحات ملاحظہ ہوں

ایک نازک پہلو

کچھ لوگوں کی ایک مخصوص تاریخ ہے جو کہ تضادات کا مرقع اور نفسانی خواہشات

کا مرکب ہے۔ جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے

نمبر ۱ انگریز کے خلاف جماد کو ناجائز بھی کہتے رہے پھر جنگ آزادی کے ہیر و پنے کی کوشش میں لگ گئے۔

نمبر ۲ انگریز سرکار سے وظیفہ بھی لیتے رہے اور دشمنی کا دم بھی بھر رہے ہیں۔

نمبر ۳ میلاد شریف کی محافل میں شرکت بھی کرتے رہے اور بدعت کا فتویٰ بھی جاری کرتے رہے۔

نمبر ۴ میلاد شریف کے جلوس کی قیادت بھی کی اور ناجائز بھی ٹھہرایا۔

نمبر ۵ فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے منکر کو تحفظ بھی فراہم کیا اور اب کافر کافر کی گردانین بھی کر رہے ہیں۔

نمبر ۶ یک روزہ امداد السلوک اور نشر الطیب وغیرہ کتب میں نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا اقرار بھی کیا اور انکار پر بھی کمر بستہ ہیں۔

نمبر ۷ تبلیغی نصاب و قصائد قاسمی میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ و فریاد بھی کی اور شرک بھی کہہ رہے ہیں۔

ایسے بے شمار امور ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا ظاہر و باطن معلوم کیا جاسکتا ہے۔

مرزا زابد گستاخ کے بارہ میں علماء دیوبند و غیر مقلدین کے فتوے بھی یہی پرانی تاریخ دہرار ہے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی مشہور درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مستہم مولوی عبدالرحمن اشرفی (جو کہ ختم قل و ختم چہلم کی محافل میں بڑی رغبت سے شرکت کرتے ہیں اور تعویذ

لرزشی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں) کے دو فتوے پیش خدمت ہیں کہ جناب والا ایک فتویٰ میں مولوی یوسف دیوبندی آف پندری آزاد کشمیر کی تائید کرتے ہوئے مرزا گستاخ کی اعلانیہ حمایت کر رہے ہیں اور دوسرے فتوے میں جامعہ اشرفیہ کے مفتی حمید اللہ کی تائید کرتے ہوئے مرزا گستاخ کو گنہگار ٹھہرا رہے ہیں اور اس کی سرکوبی کر رہے ہیں۔

بالفاظ دیگر گستاخ کی کتاب کی ایک دیوبندی نے حمایت کی ہے اور دوسرے نے مخالفت اور مولوی عبدالرحمن اشرفی اس حامی دیوبندی کے بھی موید ہیں اور مخالف دیوبندی کے بھی اسے کہتے ہیں کہ یہ عظیم مسند دین اور فتویٰ کی مسند نہیں رہی بلکہ بازیچہ اطفال اور مسخرہ و جال بن چکی ہے علماء خوارج دیوبندی و غیر مقلدین کی تاریخ اسناد و رنگی کے ارد گرد گردش کر رہی ہے اور یہ لوگ اسی مکاری کے سبب زندہ ہیں جب کہ اس چیز کو ختم کرنے کا نام اخلاص و ایمان ہے اور اس کو حصول مراد کا ذریعہ بنانا فریب دہی اور منافقت ہے حدیث بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تجدد من شرار الناس يوم القيامة ذا الوجهين که تو قیامت کے دن دو مومنوں والے کو بدترین لوگوں کی صف میں کھڑا پائے گا جو ان کے ساتھ ایک منہ سے ملتا ہے اور دوسروں کے ساتھ دوسرے منہ سے (بخاری شریف ص ۵۸۱ ج ۱۰ فتح الباری میں اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں ایک میں ہے۔

من شر خلق الله که مخلوق خدا میں بدترین مخلوق ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس شخص کے دنیا میں دو منہ ہوں گے قیامت کے روز اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

اشرفی صاحب کے دستخط کے ساتھ امین بیت المال پنجاب بھی لکھا ہوا ہے جب کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

لا ینبغی لذي الوجهين ان یکون امینا کہ دو مومنوں والا (منافق)

تصدیق مکمل ہوئی صاحب کی تصدیق کے خطبہ اور آخری صفحہ کا عکس

امام اہلسنت محدث اعظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت بھم العالیہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم..... اما بعد

اس وقت کہنے کو گو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں داعیان اسلام اصلاح امت کے جذبے سے سرشار دعوت دین میں مصروف عمل ہیں۔ مگر ان میں فاضل جلیل حضرت مولانا طارق جمیل حفظہ اللہ تعالیٰ کا نام نہایت منفرد اور نمایاں ہے جو اپنے دلکش پر تاثیر انداز بیان کی بدولت ہزاروں دلوں میں گھر کر چکے ہیں۔ ان کے پرکشش بیانات سے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کا رخ بدل چکا ہے، زیر نظر کتاب "خطبات جمیل" مختلف عنوانات پر مشتمل جن کے تبلیغی بیانات کا حسین گلدستہ ہے۔ برادر عزیز حافظ نعمان شمس صاحب (سلمہ اللہ) نے انتہائی ذوق و اشتیاق کے ساتھ کتاب ہذا کی طباعت کا اعزاز پایا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس موصوف کی اس مساعی جمیلہ کا اپنی بارگاہ عالی میں قبولیت سے نواز کر اسے عوام و خواص کیلئے باعث رشد و ہدایت بنائے۔ آمین۔

(نوٹ: یہ تحریر صاحبزادہ قاری حماد الزہراوی صاحب کی ہے۔ حضرت امام اہلسنت کی تصدیق درج ذیل ہے۔)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

راقم اشیم نے عزیزم حماد الزہراوی سلمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون پڑھا ہے جس میں عزیزم نے افراط و تفریط سے بچ کر اکابر کی مذہبی، سیاسی اور اصلاحی کوششوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور یہ واضح کیا ہے کہ اسلام کے مختلف شعبوں میں تبلیغ دین کا شعبہ بھی ہے..... راقم اشیم معذوری کی وجہ سے کتاب خود تو نہیں پڑھ سکا مگر عزیزم زہراوی نے جو لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ اللہ پاک مولانا طارق جمیل صاحب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ابوالزہاد مولانا محمد سرفراز خان صفدر

۱۶ ذی القعدہ ۱۴۲۱ھ
۲۲ ستمبر ۲۰۰۰ء

ابوالزہاد مولانا محمد سرفراز خان صفدر

خطیب مرکزی جامع مسجد مکہ منورہ گورنوالہ پاکستان

زہد الراشدی کی تصدیق و تفریط کا آخری صفحہ کا عکس

تقریط

عظیم مذہبی سکالر، ولی ابن ولی حضرت مولانا زہد الراشدی صاحب مدظلہ

نحمدہ تبارک و تعالیٰ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ و اتباعہ اجمعین

مادیت میں سر تا پا ڈوبی ہوئی اور اسباب و وسائل کے سحر میں جکڑی ہوئی سل انسانی تک حضرت مولانا الیاس کی دعوت و آواز جو کہ دراصل اسلام کی دعوت اور آنحضرت ﷺ کی آواز ہے کو لیکر آگے بڑھنے والوں میں مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ پیش پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کی گہرائی اور مطالعہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ گفتگو کے اسلوب سے بھی نوازا ہے۔ ان کی خلوص و جذبہ اور سوز دل کے امتزاج نے انہیں داعیان حق میں ایک نمایاں مقام عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نظر بد سے بچائے اور خلوص و للہیت کے سائے میں امت کی اصلاح کے لئے اس جادو بیانی کا دائرہ زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی توفیق سے نوازیں..... آمین یا رب العلمین۔

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ عزیزم حافظ نعمان شمس نے مولانا کے متعدد خطبات و بیانات کو قلمبند کیا ہے۔ میں نے اس سلسلہ کے بعض مرتب بیانات بھی دیکھے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ خطابت کا ماحول تحریر کی دنیا سے مختلف ہوتا ہے۔ اور استفادہ و حفظ و کیف کا جو لطف سامنے بیٹھ کر سننے میں آتا ہے وہ تحریر کی صورت میں میسر نہیں، مگر اس کے باوجود یہ بیانات افادیت سے خالی نہیں اور ان کے ذریعے کوئی ایک شخص بھی راہ ہدایت پر آگیا تو محنت کرنے والوں کی محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔ اللہ اسے قبول و مقبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے..... آمین یا رب العلمین۔

۳۰۰۲۰۹

ابوالزہاد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد مکہ منورہ گورنوالہ

لفظ کا یہ کتنا کہ احادیث مبارکہ ساری کی ساری ظنی ہے غلط ہے احادیث متواترہ تو
 ظنی ہیں اور اخبار آحاد بھی جب مختلف بالقرائن ہو جاتی ہیں وہ بھی مفید للیقین بن جاتی ہیں
 مثلاً اجابوا ماکان یرد علی اهل قباء حیث استدر اروا الی
 کعبۃ فی صلوا تہم بخبراً لواحد مع ان قبلتہم کانت ثابتۃ
 فاطع فلم یکن التحول عنہا جائز الہم الا بالقاطع ولم یوجد
 خبر الواحد و حاصل الجواب انہ کان عندہم خبر من قبل ان
 یبی یتبہ ان یوجہ الی البیت وانہ یقلب وجہہ فی السماء
 لعافی الوحی وان ربہ سیسارع الی ما یرضاه حتی اذا جاء ہم
 بن و تقوا بہ واحتف خبر بالقرائن اذعنوا بہ و علموا ان ربہ ولہ
 فصل لہم الیقین لان الخبر بعد تلک الاحتفافات صار یفید
 بنین بعد ما کان ظنیاً من اصلہ اہ فیض الباری ص ۲۶ ج ۱
 بحال تمام احادیث کے بارہ میں ظنیت کا حکم لگانا غلط ہے۔

اگر یہ ظنی سبقت قلم یا سوا کر چکا ہو اور بعد از علم وہ اس پر مصر نہ ہو تو کوئی گناہ
 اور اگر قصد کر چکا ہو اور حقیقت حال کی وضاحت کے بعد بھی وہ اس پر مصر ہو تو یہ
 بڑا گناہ ہے اور اس کے لئے اس پر توبہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

واضح رہے کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو منکر حدیث نہیں اور اگر وہ اصلاً
 منکر ہو اور تمام احادیث کا یعنی اس کی حیثیت کا انکار کرتا ہو تو وہ مسلمان نہیں۔ واللہ

المفتی حمید اللہ

خادم الحدیث والافتاء

اس لائق نہیں کہ وہ امین بن جائے۔ (فتح الباری ص ۵۸۲ ج ۱۰) واضح رہے کہ حضور
 اکرم ﷺ نے خوارج کے متعلق یہی فرمایا ہے کہ

ہم بشر الخلق و الخلیقۃ کہ وہ انسانوں اور جانوروں میں سے سب سے
 زیادہ بدترین مخلوق ہیں اور دو مومنوں والے کو بھی شر الناس فرمایا جس کا واضح نتیجہ نکل رہا
 ہے کہ مولوی عبدالرحمن اشرفی کے دو منہ ہیں جس کو حدیث شریف میں خارجی اور منافق
 قرار دیا گیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح حدیث نجد جلد اول)

جامعہ اشرفیہ کا

پہلا فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درج ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ ایک شخص کہتا ہے کہ احادیث مبارکہ ساری کی ساری ظنی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲ یہ بھی کہتا ہے کہ اصول فقہ کی کتب میں احناف کا یہ مسلمہ اصول ہے۔

مذکورہ دونوں مسئلوں کے قائل کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں حکم
 سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جیسا کہ مرزا گستاخ نے "مقام نبوت" نامی کتاب کے ص ۳۱ پر لکھا ہے۔

جامعہ اشرفیہ لاہور

۱۲۔۳۔۱۹۶۲ء

مہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ جواب بالکل صحیح ہے

احقر عبد الرحمن اشرفی

خادم جامعہ اشرفیہ لاہور

دامین بیت المال پنجاب

۲۸۔۷۔۱۹۹۹ء

جامعہ اشرفیہ کا

دوسرا فتویٰ

مولوی عبد الرحمن اشرفی دوسرے فتویٰ میں لکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی رکن نظریاتی کونسل (آزاد کشمیر - جلالی)

کامیاب "مقام نبوت" کتاب کے حوالہ سے مبنی بر اعتدال ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں
یہ ساری کی وجہ سے میں کتاب کا پوری طرح مطالعہ نہ کر سکا ل

احقر عبد الرحمن اشرفی

۶۔۷۔۱۹۹۹ء

ایک گزارش

کتاب کا مصنف گستاخی رسول ﷺ کے جرم میں جیل میں ہے اور مفتی صاحب اس کی براءت کا فتویٰ جاری کر رہے ہیں اس پر ہر ذی عقل یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا ہے کہ مفتی صاحب نے اگر صدق دل سے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا ہوتا تو ساری کتاب دیکھ کر کھ کر فتویٰ جاری فرماتے ورنہ معذرت کر لیتے معلوم ہوتا ہے کہ عظمت مصطفیٰ ﷺ نام کی کوئی چیز ان کے دل میں قطعاً موجود نہیں ہے ورنہ ہمتضاد فتویٰ بازی اور پوری کتاب دیکھے بغیر گستاخ کی براءت کے فتویٰ کی تائید نہ کی جاتی۔ (جلالی)

مزید تسلی کے لئے ان فتاویٰ کی فونو کاپیاں آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد وہابی مولوی فضل ربی کے دو متضاد مکتوب

مکرو فریب کی دنیا میں تمام کے تمام خارجی بد طوئی رکھتے ہیں مگر الحمد للہ کے نام سے خود کو مشہر کرنے والے کچھ زیادہ ہی آگے نکلے ہوئے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی تین دلیل ہمارے پیش نظر غیر مقلد وہابی بزمِ خویش الحمد للہ مولوی فضل ربی کے گستاخ پروفیسر کے متعلق دو متضاد مکتوب ہیں ایک میں وہ فتویٰ کی مسند پر خوب آراستہ و پیراستہ نظر آ رہے ہیں اور دوسرے مکتوب میں دست بر کف بستہ اپنی در ماندگی اور بے بسی کا رونا رور ہے ہیں۔

جب کہ حق کے سچے پیروکاروں کو ان حیلہ سازیوں سے دور کا بھی تعلق نہیں

ہوتا۔

مولوی فضل ربی غیر مقلد وہابی کے دونوں مکتوب پیش خدمت ہیں۔ (جلالی)

پہلا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے پروفیسر زاہد حسین مرزا کی تصنیف کردہ کتاب بعنوان ”مقام نبوت“ اول سے لے کر آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کی۔ فاضل مصنف نے اختیار کردہ موضوع پر مستند اور مفید مطلب مواد جمع کر کے ان کو موثر ترتیب دی ہے اور اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے تمام شواہد قرآن و سنت سے براہ راست پیش کئے ہیں جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

پوری کتاب میں مجھے کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی۔ جو قرآن و سنت یا

فقہی معروف استنباطات یا تفسیر قرآن کی متداول تعبیرات یا سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہو۔ کتاب میں ایسی بھی کوئی بات میرے علم میں نہیں آتی۔ جو اسلامی بنیادی اصول یا کسی مستند قول یا روح اسلام کے خلاف ہو۔ میرے نزدیک اپنے موضوع پر یہ ایک نہایت مناسب تصنیف ہے۔ دینی علوم کے طلبہ کے لئے اس میں بہت مفید مواد موجود ہیں۔ اس سے استفادہ کرنا طالب علم کے وقت کا صحیح مصرف ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

فضل ربی مہتمم اسلامک سنٹر
فیصل مسجد و دعوت اکیڈمی انٹرنیشنل
اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

دوسرا مکتوب

محترمی و مکرمی پروفیسر محمد یوسف فاروقی / مختار الحق صدیقی صاحبان

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے افسوس ہے کہ دعوت اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں ابھی تک ایسا کوئی شعبہ افتاء کا قائم نہیں ہوا ہے۔ جو لوگوں کے بچھے ہوئے مختلف سوالات کے جوابات لکھے اور فتویٰ جاری کرے۔ نہ ہی یہاں کوئی مفتی کی پوسٹ ہے اور نہ ہی کسی پروفیسر کی ذمہ داری لگادی گئی ہے کہ وہ لوگوں کے استفتاء بچھے پر

تبلیغی جماعت کے علمی مرکز جامعہ اشرفیہ اچھرہ لاہور کے مہتمم ذوالوہبین
مولوی عبدالرحمن اشرفی کی مولوی یوسف آف پلندری کے فتویٰ کی توثیق اور گستاخ کی
حمایت کی نکرہ کوشش کی فوٹو کاپی



الجمهورية الإسلامية
الاستشارية
الباكستانية

[شعبہ فقہ اسلامی، لاہور، پاکستان]

تاریخ: ۱۰/۱۰/۱۴۲۸ھ
۱۰/۱۰/۲۰۰۷ء
۱۰/۱۰/۲۰۰۷ء
سید الشہداء مولانا محمد رفیع
۱۰/۱۰/۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مولا محمد رفیع صاحب دفتہ کرامتہ اللہ تعالیٰ رکن نظریات و
مکاتیب و کتب و رسائل و کتب و رسائل و کتب و رسائل
کا بیان مدنی برائے اہل حق و باطل کی تائید و توثیق
اور کتب و رسائل و کتب و رسائل و کتب و رسائل
۱۰/۱۰/۲۰۰۷ء

۱۰-۷-۶۶

گستاخ کی "حدیث شریف پر حملہ کے حوالہ سے ایک واضح اور صریح غلطی"
پر جامعہ اشرفیہ کا فتویٰ جس میں اسے گنہگار ٹھہراتے ہوئے توبہ لازم قرار دی۔
اس فتویٰ پر بھی مولوی عبدالرحمن اشرفی مہتمم جامعہ اشرفیہ کی تائید و توثیق اور
دوسرے چرے کی فوٹو کاپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درجہ ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین و مفتیان شرع متبحرین

کو کیا فرماتے ہیں

مسئلہ نمبر ۱۔ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ سیار کی سیاری طبعی ہیں

مسئلہ نمبر ۲۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۳۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۴۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۵۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۶۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۷۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۸۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۹۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۰۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۱۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۲۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۳۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۴۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۵۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۶۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۷۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۸۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱۹۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

مسئلہ نمبر ۲۰۔ یہ اس کہتا ہے کہ یہ اصول فقہ کی کتب میں استناد کیا ہے

تمام احادیث کے اردو میں طبعیت کا حکم لگانا غلط ہے۔

۷۲۔ اگر یہ غلطی سبقت قلم یا سہواً کر چکا ہو اور بعد از علم و درک اس پر ضرر نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں اور اگر قصداً کر چکا ہو اور حقیقت حال کی وضاحت کے بعد بھی وہ کس پر ضرر پہنچے تو یہ گناہ ہے اور اس کی توبہ اور اس کی توبہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص کیلئے جو منکر حدیث نہیں اور اگر وہ حدیث حدیث کا منکر ہو اور نظام احادیث کا یقین رکھنے کی قیمت کا انکار کرنا ہو تو وہ مسلمان نہیں۔

خادم الحرمین والافتاء

رئیس دایۃ الافتاء
المفتی حفید اللہ خان
جامعہ اسلامیہ دارالافتاء
۱۱-۲۰-۲۰۰۰ھ



۱۹۰۰
۱۹۰۱
۱۹۰۲
۱۹۰۳
۱۹۰۴
۱۹۰۵
۱۹۰۶
۱۹۰۷
۱۹۰۸
۱۹۰۹
۱۹۱۰
۱۹۱۱
۱۹۱۲
۱۹۱۳
۱۹۱۴
۱۹۱۵
۱۹۱۶
۱۹۱۷
۱۹۱۸
۱۹۱۹
۱۹۲۰
۱۹۲۱
۱۹۲۲
۱۹۲۳
۱۹۲۴
۱۹۲۵
۱۹۲۶
۱۹۲۷
۱۹۲۸
۱۹۲۹
۱۹۳۰
۱۹۳۱
۱۹۳۲
۱۹۳۳
۱۹۳۴
۱۹۳۵
۱۹۳۶
۱۹۳۷
۱۹۳۸
۱۹۳۹
۱۹۴۰
۱۹۴۱
۱۹۴۲
۱۹۴۳
۱۹۴۴
۱۹۴۵
۱۹۴۶
۱۹۴۷
۱۹۴۸
۱۹۴۹
۱۹۵۰
۱۹۵۱
۱۹۵۲
۱۹۵۳
۱۹۵۴
۱۹۵۵
۱۹۵۶
۱۹۵۷
۱۹۵۸
۱۹۵۹
۱۹۶۰
۱۹۶۱
۱۹۶۲
۱۹۶۳
۱۹۶۴
۱۹۶۵
۱۹۶۶
۱۹۶۷
۱۹۶۸
۱۹۶۹
۱۹۷۰
۱۹۷۱
۱۹۷۲
۱۹۷۳
۱۹۷۴
۱۹۷۵
۱۹۷۶
۱۹۷۷
۱۹۷۸
۱۹۷۹
۱۹۸۰
۱۹۸۱
۱۹۸۲
۱۹۸۳
۱۹۸۴
۱۹۸۵
۱۹۸۶
۱۹۸۷
۱۹۸۸
۱۹۸۹
۱۹۹۰
۱۹۹۱
۱۹۹۲
۱۹۹۳
۱۹۹۴
۱۹۹۵
۱۹۹۶
۱۹۹۷
۱۹۹۸
۱۹۹۹
۲۰۰۰
۲۰۰۱
۲۰۰۲
۲۰۰۳
۲۰۰۴
۲۰۰۵
۲۰۰۶
۲۰۰۷
۲۰۰۸
۲۰۰۹
۲۰۱۰
۲۰۱۱
۲۰۱۲
۲۰۱۳
۲۰۱۴
۲۰۱۵
۲۰۱۶
۲۰۱۷
۲۰۱۸
۲۰۱۹
۲۰۲۰
۲۰۲۱
۲۰۲۲
۲۰۲۳
۲۰۲۴
۲۰۲۵
۲۰۲۶
۲۰۲۷
۲۰۲۸
۲۰۲۹
۲۰۳۰

۹۶-۱-۲۸
۷۵۱۱۸۶۱

غیر مقلد وہابی مولوی فضل ربی دعوت اکیڈمی فیصل مسجد اسلام آباد کا گستاخ کی کتاب پر فتویٰ دینے سے معذرت نامہ جس میں وہ فتویٰ نویسی کی پوزیشن میں نہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

Jerumli Academy
International Islamic University, Islamabad, Pakistan



انکادیمیۃ الداعوت
الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد، پاکستان

محترم و مکرم سر محمد رفیع محمد یوسف فاروقی / مختار الحق صاحب مدظلہ

وہمکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے افسوس ہے کہ منہجہ اکیڈمی بننے والی تمام سرگرمیوں کو منور کش میں اب تک ایسا کوئی شعبہ افتتاح کا قائم نہیں ہوا ہے جو لوگوں کے سبب سے بڑے خدشہ سوالات کے جوابات دے سکے اور منہجہ

جاہل کرے۔ نہ ہی یہاں کوئی مفتی کی پوسٹ ہے اور نہ ہی کسی بڑے قلم کار کی ذمہ داری تقاضا ملے گی۔ کردہ لوگوں کے استغناء یعنی بڑے منہجہ جاہل کرے کہ بڑے منہجہ قدرت کیا تو لکھ رہا ہوں کہ ہم منہجہ بکفے کی بڑے منہجہ میں نہیں ہیں! اس قصہ آئینے آب مکہ کا مشہور دینی مدارس سے بھیجے گئے ہیں جو بڑے بڑے شہدوں میں عالمی شہرت یافتہ مدارس ہیں اور یہاں ہر منہجہ منہجہ کا مشہور عالم ہے اور مفتی صاحبان یہ فراموشی انجام دیتے ہیں کہ

غیر مقلد وہابی مولوی فضل ربی دعوت اکیڈمی فیصل مسجد اسلام آباد کا گستاخ
کی حمایت و برائت میں فتویٰ اور کلمہ تائید



Go'wah Academy

International Islamic University, Islamabad, Pakistan

شاهدنا في المدونة

والإسلام هو العالمين، الإسلام عام، بالحيثان

No. _____ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میں نے ہر دفعہ زہد حسین مدنی کی تصنیف کردہ کتاب
لجروں در مقام نبوت، اول سے لیکر آخر تک بالاحتیاج مطالعہ کی
تامل مصنف نے اختیار کردہ موضوع پر مشتمل اور مفید مطلب
مواد جمع کرنا، انکو مؤثر ترتیب دی ہے۔ اور اپنا حدف حاصل کر رہا ہے
تاسم شواہد قرآن و سنت سے براہِ راست پیش کئے ہیں جن میں
شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

یہ - دین معلوم ہے کہ یہ کیسے اس میں بہت مفید مواد موجود ہیں - اس سے استفادہ کرنا مناسب علم کے وقت کا صحیح مصروف ہو گا۔ واما العلم بالاصواب فضائل

FAZLI RABBI
Incharge
Islamic Centre,
Federal Hospital
Lahore

گستاخ کے ایک اور ہم عقیدہ وہابی مولوی محمد عیسیٰ آف جامعہ اسلامیہ (ایف ٹو میر پور اے کے) کا گستاخ کی حمایت و مخالفت پر مشتمل فتویٰ جس میں وہ گستاخ کے نظریہء قبیحہ کی حمایت بھی کرتے اور اندازِ میان کو غلط بھی قرار دیتے ہیں اور حدیث شریف کے حوالہ سے گستاخ کی عبارات غلیظہ پر شدید انکار کرتے اور اسے جاہل اور علمی پر مائیگی کا طعنہ دیتے دکھائی دیتے ہیں (فتویٰ کے آخری حصہ کی فوٹوکاپی)

أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا

[illegible]

اس احکام نہایت میں توجیہ بنیاد کا سائل غلط نہیں، عاقلانہ و فاضلانہ اس حدیث و اس کی تفسیر
 از ان کرام کی حکم آیات اور مجمع احادیث سے مجمع استدلال سے اور مجمع دلیل سے مناسب ہے لیکن نام
 احادیث مشہورہ پر ان پر حکم دینا اور اسے عقائد اہلک کے ساتھ امور کے ساتھ
 سے بیان کرنا نہایت ہی غلط ہے۔ اور اس حدیث میں بعض اہم قہر و عشق اور جبر و کبر است

تہ محدثوں نے بیان کیا ہے۔ اور اس وجہ سے کہ آخر میں زیادہ تر کتب میں ذکر ہے کہ جو اس
میں مذکور ہے کہ فقہین کا شمار ان میں نہیں کیا گیا۔ اور ان میں بہت سے علما کا نام
نہیں ہے۔

در دستهای اتم و همه اتم در حکم

Handwritten signature and date: ۱۳۳۱

1892
1892

مولوی سانی صاحب نے اپنی کتاب میں مولوی طارق جمیل کے خطبات پر ہر نوع سے گفتگو کی مگر اہم ترین موضوع یہ مولوی طارق جمیل اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اکرام اور ملائکہ معظمین اور صلحاء امت کے بارے میں عامیانہ زبان استعمال کرتا ہے بالخصوص تقدیس الہی کے سلسلہ میں اس پر ہر طرف سے لعن طعن کا سلسلہ مارچ 2002ء سے ضلع منڈی بہاؤ الدین سے شروع ہو کر پاکستان بھر میں زبان زد عام ہو چکا ہے پروفیسر مرزا زاہد سومناتی گستاخ کی حماست میں فتویٰ دینے والوں میں ہمارے مدد و مددگار سانی صاحب بھی شامل تھے تو اس لئے گستاخی والا موضوع انہوں نے اختیار نہیں کیا بہر حال مولوی طارق جمیل کی بارگاہ رب العزت میں زبان درازی کی کچھ جھلک

ملاحظہ ہو

تبلیغی جماعت اور معجزہ نبوی

قال راس المحدثين و فخر ائمة المسلمين

سیدنا الامام مسلم بن حجاج رضی اللہ عنہ (باسنادہ) عن سهل بن حنیف رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قَالَ يَتِيَهُ قَوْمٌ قَبْلَ الْمَشْرِقِ مُحَلَّقَةٌ رُءُوسُهُمْ بَنِي كَرِيمٍ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قوم سر مارتی پھرتی رہے گی (مدینہ شریف سے) مشرق کی جانب جن کے سر منڈے ہونگے (مسلم شریف ص ۳۴۳ جلد نمبر ۱)

خوب واضح ہو کہ مسلم شریف کی اس حدیث شریف میں تین باتیں مذکور ہیں

۱۔ یتیه قوم

ایک قوم ہدایت سے محروم، منزل

مقصود سے مہجور، وصول الی اللہ کی

دولت سے بے بہرہ، راجح کی تلاش

میں بہت کوشش کرنے کے باوجود بھٹکتی اور

حیران و سر برداں پھرتی رہے گی

۲۔ قبل المشرق: ان کا مرکز، دارخروج، پناہ گاہ، اڈا، مدینہ

طیبہ سے مشرق کی طرف ہوگا

۳۔ محلقة دوسہم: ان کے سر منڈے ہونگے وہ بالعموم سر

منڈانے والے ہونگے

چودھویں صدی ہجری میں انگزیر سرکار سے وظیفہ لینے والے (حوالہ

مکالمۃ الصدرین ص) مولوی الیاس دیوبندی کی انگلخت و تحریک پر

سرمنڈوں کی جماعتیں گشت پر نکلتا شروع ہوئیں تو ان کا مرکز انڈیا میں

بستی نظام دین دہلی اور ریاست الور بنا اور قیام پاکستان کے بعد لاہور

کے قریب رائونڈ میں اپنا مرکز بنایا۔ یہ علاقے مدینہ طیبہ سے مشرق میں

واقع ہیں

سرمنڈانا ان کا معمول عام ہے مسنون زلفیں رکھنا ان کے معمول میں

شامل نہیں ان کے چھوٹوں کی بات تو کجا ان کے بڑے بڑے بھی معرفت

الہیہ کی دولت سے اس طرح کورے ہیں جس طرح کے سبحان اللہ

العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ، سبحان ربی العظیم اور

سبحانک اللہم کے معنی و مفہوم سے ناواقف، اُجڈ، دیہاتی عربی

زبان سے جاہل آدمی کورا ہوتا ہے مثلاً

تبلیغی جماعت کے سینہ زور مبلغ جناب طارق جمیل صاحب نے

11 جنوری 2002ء میں پنڈی بھٹیاں میں تقریر کی اور بعد میں دعا

کرتے ہوئے یہ الفاظ بولے

اللہ تو سامنے ہو ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں..... ہم تیری گود میں گر جائیں

..... ہم تجھے منائیں

30 مئی 2003ء کو مردان میں تقریر کی اور ان الفاظ قبیحہ سے دعا کی

تجھے منانے کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ آجا..... ہمیں اپنی گود میں

لے لے..... آجا

اسی دعا میں یہ الفاظ شنیعہ بھی بولے گئے

یا اللہ تجھے..... ہے یہ تجھے بلانے آیا ہے..... آگے بولتا ہے۔۔۔ وہ

کہتے ہیں کہاں ہے تمہارا اللہ..... آجا ہمارے ساتھ چل..... آجا

..... ہمارے ساتھ چل..... ہمارے ساتھ چل ہمارے ساتھ چل

اسی دعا میں روتے ہوئے کہتا ہے ہمارا کوئی نہیں ہے

آگے چلتے چلتے روتے دھوتے ہوئے کہتا ہے

کتنے بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ زور ہے ہیں میرے مولا: یہ

زمین بی رو رہی ہے یہ گھاس کا تنکہ تنکہ بھی ہمارے ساتھ رو رہا ہے

آگے کہتا ہے

یا اللہ..... تو آنہیں رہا اس لئے تباہی ہے..... جب تو آئے

گا ہمیں پتہ ہے پھر سب کچھ ہمارا ہو جائے گا..... ابھی اعلان کر دے کہ

میں آ رہا ہوں

یا اللہ..... بابل کا نمرود ایک خلیل کو جلانے والا تھا اسے بھی تو نے بچا لیا تھا

ہمارے نمرودوں نے کروڑوں خلیل جلا دیئے ہیں بچے مار کھا کے ابا کو

بلائے جاتے ہیں ہم بھی پلٹ کے تجھے بلانے آئے ہیں

آگے مولوی طارق جمیل دعا کے روپ میں اس طرح بکواس کرتا ہے

تو آ کے انہیں دکھا دے یا اللہ آ جا..... آ جا..... ہماری ضد مان

لے..... تو ہمارے سامنے ہوتا تو ہم تیرے پاؤں پکڑ لیتے

..... ہم تجھ سے چمٹ جاتے..... ہم ضد کرتے..... ہم روتے

دھوتے..... ہم لوٹ پوٹ ہوتے..... تیرے آگے پیچھے..... یا

اللہ ہم شور مچاتے..... اپنے ایمان کے تصور میں تیرے ہی قدموں

میں گرے پڑے ہیں..... تیرا ہی دامن تھام رہے ہیں..... ہمیں

اپنی جھولی میں چھپا لے..... ماں بھی اپنے بچے کو اپنی جھولی میں

چھپاتی ہے

آناں..... ہمیں سینے سے لگا..... او ہمارے اللہ..... ہائے

ہمارے اللہ.....

ہائے..... ہمارے اللہ..... ہائے ہمارے اللہ..... ہائے ہمارے

اللہ.....

آگے دعا کرتے ہوئے کہتا ہے..... کو قبول کر لے۔ ان اہل شہر

کو قبول کر لے۔

انکی عورتوں، بیٹیوں، بیٹیوں، ماؤں کو قبول کر لے۔

یہ الفاظ تبلیغی جماعت کے سب سے بڑے مبلغ کے ہیں جس پر ہم نے

اپنے مقالات میں مفصل گفتگو کی ہے۔ سر دست صرف اتنا عرض کرنا

مقصود ہے کہ پندرہویں صدی کے اس جاہل مطلق فی الدعا کو تقدیس

الہی، تنزیہ باری تعالیٰ، تسبیح رب العزت کا پتہ ہوتا تو یہ دعا میں ایسی واہی

تباہی نہ بولتا۔۔۔۔۔ تبلیغی جماعت کے گونگے شیاطین نے اس کی دعا پر

تبصرہ کرنا ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اس مہین شان باری تعالیٰ کی مقبولیت

عند الروساء والامراء والمیانثین والجودھریین سے خوفزدہ

ہیں۔ بندہ فرقہ دیوبندیہ کے مفتیان کرام، شیوخ الحدیث، مناظرین اور

بالخصوص یوسف رحمانی، صفدر اوکاڑوی، سعید ملتانی، متسید ضیا اللہ گجراتی کی نسل کے زبان دراز مقررین بالخصوص مولوی سانی صاحب اور اس کی کتاب کلمۃ الہادی کے تمام مصدیقین سے پوچھنا چاہتا ہے

سے پوچھنا چاہتا ہے کہ... کیا مولوی رشید احمد گنگوہی.... مولوی قاسم نانوتوی.... مولوی اشرف علی تھانوی..... مولوی خلیل احمد انیسٹھوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی حسین احمد مدنی مولوی الیاس دیوبندی تبلیغی، مولوی زکریا سہارنپوری نے ساری زندگی جس توحید پر زور دیا ہے۔ اپنے متعلقین کو جو توحید سکھائی ہے کیا وہ یہی ہے جو مولوی طارق جمیل اُگل رہا ہے؟

یا وہ کسی اور شیطانی سوچ کا نام ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی پکی سچی محبت کو شرک کا نام دیئے بغیر تسکین حاصل نہیں ہو سکتی۔

الغرض تبلیغی جماعت کی عمر بھر کی حیرانی و سرگردانی کائب لباب معرفت توحید خداوندی سے محرومی ہی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اس جامع کلام میں بیان فرمادیا

۱۔ یتیم قوم : کہ ایک قوم ہدایت سے محروم، پھرتی ہی

رہے گی

۲۔ قبل المشرق : ان کا مرکز، مدینہ طیبہ سے مشرق کا علاقہ ہوگا

۳۔ محلقة رء و سهم : ان کے سر منڈے ہوئے ہونگے

ان لوگوں کا دین کے نام پر دن رات محنت کرنا اور.... معرفت خداوندی سے محروم ہی رہنا رسول اللہ ﷺ کا جیتا جاگتا معجزہ ہے الحمد للہ علی ذالک

کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی پشین گوئی کا ظاہر ہونا معجزہ نبوی ﷺ ہوتا ہے

ضمناً مولوی طارق جمیل کی گھریلو سادہ، پروقار، تعلیمات اسلامیہ میں ڈھلی ہوئی، تقدس کے دریا میں ڈھلی ہوئی، خواتین مبلغات کے لئے نمونہ کاملہ، دینی تعلیمی ادارہ للبنات کی پرنسپل / ناظمہ، مہتممہ کا حال پاکستان کے موقر ترین اخبار روزنامہ نوائے وقت کی 25 جولائی 2007 اشاعت میں ملاحظہ ہو

نوٹ: اسی تاریخ کو یہی خبر روزنامہ جنگ کی بھی زینت بنی



معروف بیونی پارلر سے طارق جمیل کی اہلیہ اور بھابھی کے زیورات چوری

ممتاز عالم دین کی بھابھی اور اہلیہ کے فیشل کے دوران ملازماؤں نے پرس غائب کر لئے، پارلر کی مالکہ بیرون ملک چلی گئیں

لاہور (محمد اعظم چودھری) ایم ایم عالم روڈ گلبرگ میں معروف بیونی پارلر ڈپلکس سے ممتاز عالم دین طارق جمیل کی اہلیہ اور ان کے بھائی ممتاز کارڈیالوجسٹ ڈاکٹر طاہر کمال کی اہلیہ کے لاکھوں روپے کے زیورات اور نقدی چوری ہوئی ہے گلبرگ پولیس کے مقدمہ (بقیہ صفحہ 8 نمبر 4)

بقیہ 4 بیونی پارلر

کر لیا ہے معلوم ہوا ہے کہ 20 جولائی کو طارق جمیل کی اہلیہ صفیہ بی بی اور مولانا کی بھابھی ڈاکٹر عائشہ طیبہ خا کوئی فیشل کروانے کے لئے ڈپلکس بیونی پارلر گئیں جہاں

بقیہ 6 زیورات نکل گئے

گلبرگ پولیس کے مطابق تفتیش و بین انٹیلیجنس پولیس کے پاس ملتی ہے جبکہ بین انٹیلیجنس پولیس کے مطابق ابھی تک تفتیش ان کے پاس نہیں آئی

گلبرگ مولانا طارق جمیل کی اہلیہ کے بیونی پارلر سے غائب ہونے والے زیورات نکل گئے لاہور (کرائم رپورٹر) گلبرگ میں ایک بیونی پارلر سے طارق جمیل اور ڈاکٹر طاہر کمال کی بیویوں کے زیورات نکل گئے

نوٹ: اہل محبت اور اصحاب اخلاص سے اس کی اشاعت عام کرنے کی درخواست ہے

قاری محمد مبشر حسین نقشبندی 0333 4655574

شعبہ مولوی طارق جمیل کی گھریلو سادہ پروقار تعلیمات اسلامیہ میں ڈھلی ہوئی،

تقدس کے دریا میں ڈھلی ہوئی، خواتین مبلغات کے لئے نمونہ کاملہ، دینی تعلیمی ادارہ لبسات کی پرنسپل اناضمہ، مہتممہ کا حال

پاکستان کے موثر ترین اخبار روزنامہ نوائے وقت کی 25 جولائی 2007ء اشاعت میں ملاحظہ ہو

معروف بیونی پارلر سے طارق جمیل کی اہلیہ اور بھابھی کے زیورات چوری

ممتاز عالم دین کی بھابھی اور اہلیہ کے فیشل کے دوران ملازماؤں نے پرس غائب کر لئے، پارلر کی مالکہ بیرون ملک چلی گئیں

لاہور (محمد اعظم چودھری) ایم ایم عالم روڈ گلبرگ میں معروف بیونی پارلر ڈپلکس سے ممتاز عالم دین طارق جمیل کی اہلیہ اور ان کے بھائی ممتاز کارڈیالوجسٹ ڈاکٹر طاہر کمال کی اہلیہ کے لاکھوں روپے کے زیورات اور نقدی چوری ہوئی ہے گلبرگ پولیس نے مقدمہ درج (بقیہ صفحہ 8 نمبر 4)

کر لیا ہے معلوم ہوا ہے کہ 20 جولائی کو طارق جمیل کی اہلیہ صفیہ بی بی اور مولانا کی بھابھی ڈاکٹر عائشہ طیبہ خا کوئی فیشل کروانے کے لئے ڈپلکس بیونی پارلر گئیں جہاں سے ان کا ایک پرس چوری ہو گیا ڈاکٹر عائشہ کے مطابق اس پرس میں 2 عدد طلائی کڑے، ایک جوڑی جھمکا کاٹھا، ایک چین، ایک عدد ٹاپس ایک جھومر اور دیگر زیورات کے علاوہ 80 ہزار نقد موجود تھے، ڈاکٹر عائشہ نے الزام لگایا ہے کہ ڈپلکس کے سٹاف نے فیشل کے بہانے دونوں خواتین کی آنکھوں پر کپڑے ڈال کر ان کا پرس غائب کر لیا۔ گلبرگ پولیس نے ڈاکٹر عائشہ کی درخواست پر مقدمہ درج کیا

کیا

إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الحمد لله والمنتهى في رسالة مؤلفه جناب يثنا محمد قاسم صاحب
مزيل التباس ووضوح اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما

تَحْفِيزُ النَّاسِ

بِأَهْتَمَامٍ

داحق محمد علی مالک کتب خانہ امدادیہ دیوبند

بہنئی جوب برقی پریس ہلی سے طبع کرا کر

کتب خانہ امدادیہ دیوبند شاکیا

یہ رسالہ خیر ہر قسم کی اسلامی دینی و فلاحی کتب خانہ امدادیہ دیوبند
کتب نہایت ہی ارزاں قیمت پر در طلب ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ قبیح ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین
نے بھی کی تھی دربارہ قول ابن جبار بن جوہر منشور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سب الارضین
فی کل ارض آدم کا ذکر نہ توں کنو حکم و ابراہیم کا ابراہیم حکم و عیسیٰ کعبساکہ و نبی کنساکہ
کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور مستبر ہے اور زمین کے طبقات
جدا جدا ہیں اور ہر طبقے میں مخلوق الہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے میں انبیاء کا ہونا معلوم
ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا شل ہونا ہمارے
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم ہاں آنحضرت علیہ السلام کے ہوں گے
کہ اولاد آدم جس کا ذکر و نقل کرتے ہیں آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقے
کے آدم کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت مسلم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلاشبہ
آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوتے ہیں دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہوں گے
مائل کسی طرح نہیں ہو سکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے کہ یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے
خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا میرا اصرار اس تحریر پر نہیں ہیں علماء شرع جو استفادہ
یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو تحمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا ملحد
اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں بینہ اتوجہ راہ

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ
وَأَصْحَابِهِ الْأَجْمَعِينَ بَعْدَ مَدَّةٍ مَلَوْنَةٍ قَبْلَ عَرْضِ جَوَابِ بَيِّنَاتٍ بِهِيَ كَرَأْسُ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ

معنی یہ کہ میں جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا کرتا ہوں اس کے معنی سمجھنے چاہئیں

کرتے چاہئیں تاکہ ہم جو اب میں کچھ وقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا
 بایں سنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں مگر انہیں ہم پر
 روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخیر زمانہ میں بالذات کچھ تفصیلات نہیں پھر مقام مدح میں ولیکن خیر سوال اللہ
 وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ فَرَلَا اس صودت میں کیونکر جمع ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح
 میں سے نہ کہے اور اس مقام کو مقام مدح قرار دے دیجے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخیر زمانی صحیح
 ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کیسے بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا
 کی جانب سے زیادہ کوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور کدو قاست وکل و رنگ حسب و
 نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنگو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو
 ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ
 اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے
 ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے مد باب ابتداء
 مدح بیان نبوت کیا ہے جو کل چھوٹے دعویٰ کے خلاف کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہو
 پر جملہ ما کان محمدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رَجُلٍ اَوْ جَلَدٍ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ میں کیا مناسب
 تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدرک قرار دیا اور
 ظاہر ہے کہ اس قسم کی بیہیلی اور بے ادبیا علی خدا کے کلام پھر نظام میں تصور نہیں اگر مد باب مذکور متقدم
 ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنا بر خاتمیت اور بات برہے جس سے تاخیر زمانے اور
 مد باب مذکور خود لازم آجاتا ہے اور تفصیلات نبوی و دہ بالا جو جاتی ہے تفصیل اس احتمال کی یہ جو
 کہ موصوف ہاں عرض کا فقرہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا فقرہ موصوف
 بالذات سے مکتب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جسکا ذاتی ہونا اور غیر مکتب من النبی ہونا
 لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو میرے میں
 و کہ سارا درود و دوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور جاری
 غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی جی بایں ہر وہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جسکا تم کہو
 وہی موصوف بالذات نہ گا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتب اور کسی اور کا فیض ہوگا
 الغرض یہ بات یہ بھی ہے کہ موصوف بالذات کے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جہاں خیر ذرا کے
 خدا کے نہیں جو اگر ہے تو یہی ہیں ملکات کا وجود اور ملکات وجود سے معنی ہاں عرض

سلسلہ نبی عوام کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر انہیں ہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخیر زمانہ میں بالذات کچھ تفصیلات نہیں پھر مقام مدح میں ولیکن خیر سوال اللہ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ فَرَلَا اس صودت میں کیونکر جمع ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہے اور اس مقام کو مقام مدح قرار دے دیجے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخیر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کیسے بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب سے زیادہ کوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور کدو قاست وکل و رنگ حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنگو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے مد باب ابتداء مدح بیان نبوت کیا ہے جو کل چھوٹے دعویٰ کے خلاف کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہو پر جملہ ما کان محمدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رَجُلٍ اَوْ جَلَدٍ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ میں کیا مناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدرک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بیہیلی اور بے ادبیا علی خدا کے کلام پھر نظام میں تصور نہیں اگر مد باب مذکور متقدم ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنا بر خاتمیت اور بات برہے جس سے تاخیر زمانے اور مد باب مذکور خود لازم آجاتا ہے اور تفصیلات نبوی و دہ بالا جو جاتی ہے تفصیل اس احتمال کی یہ جو کہ موصوف ہاں عرض کا فقرہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا فقرہ موصوف بالذات سے مکتب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جسکا ذاتی ہونا اور غیر مکتب من النبی ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو میرے میں و کہ سارا درود و دوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور جاری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی جی بایں ہر وہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جسکا تم کہو وہی موصوف بالذات نہ گا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتب اور کسی اور کا فیض ہوگا الغرض یہ بات یہ بھی ہے کہ موصوف بالذات کے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جہاں خیر ذرا کے خدا کے نہیں جو اگر ہے تو یہی ہیں ملکات کا وجود اور ملکات وجود سے معنی ہاں عرض

ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں مایہ نگار شدہ ہوں یا
 کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں
 کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور
 آپ پر ختم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے عجیب علم ممکن بشری ختم ہو گیا تو ہر سلسلہ
 علم و عمل کیا چلے غرض اتمام اگر یں معنی جو بزرگ کیا جلتے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا ختم ہونا انبیاء گذشتہ
 ہی کی نسبت خاص ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی ایسے اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا
 خاتم ہونا پندہ سور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ دخل
 نہ کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہے اسی طرح اطلاق لفظ شلہن جو آیہ اللہ الذی خلق سبع
 سموات و من الارض شلہن تین منزل الہ مرتبہن میں واقع ہے اس بات کو
 مقتضی ہے کہ سوار تہا ن ذاتی ارض و سما جو لفظ سموات اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان
 دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ مستعار ہے اور نیز علاوہ اس تہا ن کے جو بوجہ صحت
 لوازم ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ کچھ لوازم وجود ہوں یا مفارقت میں اسما و الارض تصور
 اور بالآخر اتمام سستہ کی کچھ لو جو بین اسما و الارض مماثلت ہونی چاہئے سو اس میں سے مماثلت
 فی العدد اور مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم
 ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب شکوۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور امام
 احمد باب بد الخلق میں اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورۃ حدیدی کی
 تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے - و من ایہریرۃ قال بیٹا بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جاس واصحابہ ذاتی علیہم صحابہ فقال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل تدرون ما هذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال
 ہذہ العنان ہذہ روایات الارض سیو قبا اللہ اے قوم لایش کرو نہ ولایدعو نہ ثم قال مل تدرون
 ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہا الرفع سقف محفوظ و موج محفوظ ثم
 قال مل تدرون ما بینکم و بینہا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال بینکم و بینہا خمسۃ عام ثم
 قال مل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال سماران بعد ما بینہا خمسۃ سنۃ
 ثم قال ذلک حے سبع سموات ما بین کل سماۃین ما بین ہما الارض ثم قل مل تدرون ما فوق
 ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان فوق ذلک العرش و بینہ و بینہ

ذکر اللہ ورسولہ اعلم قال ان فوق ذلک العرش و بینہ و بینہ

اب اتنا ہی اقرار کریں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انکار میں تو کذب رسول اللہ معلوم کا کتبہ ہی تھا اقرار
میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ بات زیر بحث کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اور بیسے سیطرے اور سترے تھے تو
تو میں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ وقعت نہ ہوگی نہ کسی آیت کا تعارض کسی
حدیث سے معارضہ رہا۔ اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں موجب انکار شد کوئی
باوجود صحیح ائمہ حدیث یہ برأت ہے تو اقرار راضی زائدہ از سبع میں تو کچھ ذریعہ نہیں علاوہ میں
بر تقدیر خاتمت زمانی انکار اثر مذکور میں قدر نبوی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کچھ افزائش نہیں ظاہر ہو کہ اگر ایک شہر
آباد ہو اور اس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب میں فضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کی برابر دوسرا دوسرا
ہی شہر آباد کیا جائے اور اس میں ہی ایسا ہی ایک حاکم ہو سب میں فضل تو اس شہر کی آبادی
اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فرد فضل کی افضلیت سے حاکم یا فضل شہر اول کی
حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی اور اگر وہ صورت تسلیم اور چھ زمینوں کے
وہاں کے آدم و نوح وغیرہ علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہ سے زمانہ
سابق میں ہوں تو باوجود ثلاث کی بھی آپ کی خاتمت زمانے سے انکار نہ ہو سکے گا جو وہاں
کے ^{صلی اللہ علیہ وسلم} مساوات میں کچھ حجت کیجئے ہاں اگر خاتمت بسنے اتصاف ذاتی تو صفت ہوتی
لیجئے جیسا اس سچ ان نے عرض کیا ہے تو پہر سوار رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کسی کو افراد مقصود بالخلق میں
سے شامل نبوی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے سکے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افسر اور خارجی ہی پر کیا
افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد
زمانہ نبوی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کوئی نبی پیدا ہو تو پہر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ ملے گا کہ چاہے کہ
آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی کو پیدا کیا جائے بلکہ
ثبوت اثر مذکور و نامائیت خاتمت ہے سب احسن و مخالف خاتم نہیں نہیں جو یوں کہا جائے کہ
یہ اثر مذکور یعنی مخالف روایت ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حسب درجہ منزلت
اثر اس اثر میں کوئی علت غامضہ ہی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام
زیہتی کا اس اثر کی نسبت صحیح کھانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت غامضہ خفیہ
کا ذکر فی الصحیح نہیں رہا۔ ثانیاً تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین سے اور علت تھی
تبدیلی تھی اگر اور کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی ہوتی جس سے اس کا کم زیادہ زمینوں
کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا ہونا ثابت ہوتا تو کھدھ سکتے تھے کہ وہ چند ذریعہ ہے مگر جب تک

اہل قلم کی کتب مصانیف علماء دیوبند خریدنے وقت مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعجازیہ دیوبند میں کیجئے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حفظ الایمان بسط البیان

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

جس
مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعجازیہ دیوبند نے

باہتمام خاص اپنے

لیتھنگر

مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعجازیہ دیوبند نے

لھون ہے لہذا ہم بھی کہیں کہے پر غور کرتے ہیں بلکہ ایسے زمین کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقاید بیشک کفریہ
 عقائد ہیں مگر خالصتاً ایک یہ تو ثابت کرنا کہ بعض علماء دیوبند یا اعتقاد رکھتے یا کہتے ہیں یہ غلط ہے اگرچہ یہ بیان ہے
 جب ہم ان عقائد کو کفر اور زندقہ کہتے ہیں تو ہم ان کے مقتدیہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے انہما سے
 بزرگوں نے نہ ایسے معنایں ہمیشہ ہمارے قلب میں آئے ہیں تو ایسے شخص کو جب تک اعتقاد ہو قطعاً کافر جانتے ہیں مدین
 وہ عبارت میں کی طرف ان معنایں غنیہ کو منسوب کرتے ہیں۔ انکا مطلب صاف ہے جو ان معنایں کے بالکل مخالف
 ہے۔ اب یہ سوال کہ پھر مخالف صاحب نے ایسا کیوں کیا اسکا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تیرھویں صدی کے فخری مجدد
 ہی ہوئے کے مدعی تھے۔

مشاہیر و اہل علم و ادب کا یہی حال تھا کہ مرزا صاحب نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہا مخالف صاحب
 نے اپنے تمام مخالفوں کو کافر کہا ائمہ العلماء ہوا جس جو شریک ہو چکا تھا کلمہ جو کسی مذہبی سے سلام کرے وغیرہ وغیرہ
 سب کافر ہو گئے وہ کافر غیر تقلید کافر پھر سب کافر غرض جو انکا خیال نہیں وہ کافر تھے کہ خود کافر مرید کافران کے
 پر بھی کافر کفر کی مشین گن ہی جو ہوں مگر چند بقیان میں شریک نہ ہوئے تحریک خلافت میں شریک نہ ہوئے بلکہ
 جو شریک ہوئے کافر اب میں زیادہ کہہ عرض نہیں کرتا۔ سمجھنے والے خود سمجھیں کہ جو مسلمانوں کی بیہودی کا ہوا
 مخالف صاحب نے کفر سے درے قطبہ ایسی نہیں ہوئی عبدالباری صاحب ایک سو ایک وجہ سے کافر اور جب مولوی بدست
 علیہ السلام شاہ جہاں پوری سے گفتگو ہوئے تو دہلی کے جو کفر کی سی ہوا کہیں داروغہ جہڑی جو شیر سے لٹکے بمقدور
 مرید ہیں وہ اب جو کہ ہے ہیں وہ معلوم ہے غرض کوئی محبوب ہی اس پردہ زنگاری میں بڑے مجد داد جھوٹے مجدد
 ایک ہی عقل کے بے معلوم ہوتے ہیں کسی ایک ہی بروئے تیر کے شکار ہیں دونوں کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا
 میں جو انسان کے انداز تک کوئی مسلمان نہ ہے اور وہ جیسے مسلمان ہیں معلوم ہے ان معنایں کی تشریح دیکھیں جو تو ملاحظہ ہو۔
 المسألة الأولى في توضيح قولنا ان غير تركية الخو اسطر ١١٥ في اذنية الاكابر۔ تو بھیجہ البیان في حفظ الامان
 قطعاً لو تین من تقول علی الغلطین۔ الختم علی لسان المعصوم وغیرہ مسئلہ تو بیان معنی دیکھو

اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بیرونی کفر اور علماء اسلام کا مراد صاحب اور انیسویں کو فادہ کہنا ہیں زمین و آسمان کا
 فرق صاحب کفر کسی سکون پر نہ تھا اگر مخالف کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ
 انہوں نے انہیں کہا تو مخالف صاحب پر ان علماء دیوبند کی کفریہ غرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے
 جیسے علماء اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے

کی جان خاصیت دلیل جواز نہیں۔ فافہم ولا تنزل ولا تدر علم فقط
 جواب سوال سوم۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں ہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل
 قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور وسیلہ نہ ہو اسی بنا پر لا یعلمون فی الغیب
 والایضاً الغیب الا اللہ اور لو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم
 بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق مومن شرک چکر
 کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی مانعت اور حدیث مسلم میں عبیدی
 دانتی دربی کہنے سے بھی۔ امیو ج سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم
 الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور ذوق
 و غیر ہما بنا دلیل اسناد ان سبب کے ہیں طلاق کرنا۔ انہوں نے ہوگا کہ آپ اجماع اور بقاء عالم کے
 سبب ہیں بلکہ خدا یعنی مالک اور معبود یعنی مطلق کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم
 الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی
 حق جل و علا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب یا معنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے ثابت نہیں
 ہیں مگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم غیب
 ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں ہو غرض باشرطہ تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عقل
 متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے اس بنا پر تو باوجود ائمہ فقہاء کی قاسمہ پروردہ صدائیں بھی خلاف
 شرع نہ ہوں گی تو شرع کیا ہوا ہوں کا تعین ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا مشاء باصبر کہ آپ
 کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا اگر بقول زید مجتہع ہو تو مدیافت طلب یہ امر ہے کہ
 غیب سے مراد بعض غیب کے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی ایسا
 تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زیادہ و عمدہ بلکہ ہر مہی و مجنن بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی
 حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو
 چاہے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ پھر اگر مراد اس کا التزام کرنے کے لئے اس میں سبب ہوتا ہے۔
 کہوں گا تو پھر غیب کو مخلوقات نہ یہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امم میں دین بلکہ انسان کی بھی
 خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں تو
 فرق بیان کرنا ضروری ہے اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ
 رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ بیشمار ہیں خود قرآن مجید میں آپ

یَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ
 اِسْمُكَوْا حَقِيقًا لِي تَعْلَمُوْا بِسْمِ حَقِيقَةِ رَبِّكُمْ

اور آدمی مرتے ہی ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت کے سرے پہ جوتا ہے جو من کے سہی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہو اور قاضی شہاب الدین نے تذکرۃ الموتی میں نقل کیا ہے ایک حدیث کہ طہرانی اور ابن مندہ کی اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت رسول اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کے جس کی طرف بھوکو تو جہنم جرات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا بھیجا تھا جو کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر بھیجتے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرر کیا، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، درخت کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے چاہا بعد اس کے لکھا ہے شافعی رحمہ اللہ نے خلافاً قدس ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی حضرت قتانی نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا اتنی کلام۔ اب عالم اجسام محسوس میں اس کی مثال سیئے، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی گھیر کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود ہے قاعدہ سے علیحدہ وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرق کے بلکہ کافر خاصہ مسلمان سے ہیں اسی

حضرت خضرؑ کو ملاسم سے زیادہ پر قادر تھے اور حضرت موسیٰؑ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضرؑ مفصول کی برابر اس علم
مکاشفہ کو میدان کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و سمیت تو پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علموں
اس کا حال مشاہدہ اور نفوس قطعیہ سے معلوم جو اب اس پر کسی افضلیت کی قیاس کر کے اس میں بھی تشبیہ یا نزدیکی مفصول کی ثابت
کرنا کسی عاقل کی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مساکی قیاس نہیں کرینا اس کو ثابت ہو جاوے بلکہ قطعی ہیں قطعیات خصوصاً
ثابت ہوتے ہیں کہ خبر و ادبکی یہاں مفید نہیں لہذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت
کرے اور غلطان تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ غلطی کا اگر فاسد کیا جائے تو کب قابل التفات ہو گا دوسرے قرآن و
حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہو جس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہو گا خود خضر عالم
علیہ السلام کہتے ہیں ولقد ادری ما یفعل ابی و اولیٰ عیسیٰ الخ و ابی و اولیٰ عیسیٰ الخ و ابی و اولیٰ عیسیٰ الخ و ابی و اولیٰ عیسیٰ الخ
نہیں اور مجلس حکام کا مسئلہ بھی بحر رائق و فزیر کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگر جفا
ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی بڑی
علم عیب بزرگ خود ثابت کر دے اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکل ایمان ہے تو شیطان سے ہر ذرا افضل ہو کہ علم من
الشیطان ہو گا سوا اللہ مؤلف کے ایسے حمل پر خوب بھی ہوتا ہے اور پنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر
دعا و علم و عقل ہے احوال خود کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم خیر ازین کا فخر عالم کو خلاف نفوس قطعیہ
ہو کہیں بعض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرم نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس و ثبات
ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نفس قطعی ہو کہ جس سے تمام خصوص کو مذکور کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

۱۔ عید گھوڑوں کی فضیلت حاصل ہونے پر ایک دلیل ہے۔

۱۱۔ کہ شیطان سے بڑا عالم

ہوئی یا نہیں۔

جواب۔ جوام شرعاً حرام ہے کسی کی خاطر داری سے کرنا حرام جتنا کہ بھی فسق اور حرام ہے ہرگز نہیں جائز ہے۔
 مصیبت میں کسی کی رضا درست نہیں۔ فقط

سوال بعض لوگوں میں دستور ہے کہ جسوقت موتی کو دفن کر کے آتے ہیں اسکے گردالے اسوقت فائمه پڑھتے ہیں یہ فعل فائمه پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ اس فائمہ کا ثبوت کچھ نہیں فقط کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی رضی اللہ عنہ

سوال: مزید نے بکر سے دریافت کیا کہ مجلس میلہ و مروجہ حال جائز ہے یا نہیں اور
 حکم اس میں شریک ہونا کیسا ہے بکر خود بھی مجلس میلہ ذکر تھا اور آئندہ سال کو ارادہ بکر کا بھی
 ترک مجلس کا تھا بخیر ال اسکے کہ خرچ ہوتا تھا اور اپنے اعتقاد میں ناجائز جاننا تھا مگر منع کرنا مجلس
 کا بوجہ اسکے تھا کہ اس وجہ سے کوئی مجھ کو طعنہ نہ دیو یگا جبکہ میں اس مجلس کو نہ کر دوں گا بہانہ شرع
 کا ہو جائیگا اور خود نہ شریک ہونا مجلس کا اس وجہ سے ترک کیا کہ لوگ معترض ہونگے اول تو ان
 خیالات سے مانع ہوا بعدہ برنیت فالصالح اللہ مانع ہوا لہذا اس سبب سے بکر کو ترک بہ علت سابق
 وحال وانکار بدعت سے ثواب ہو گا یا نہیں اور باعث ریا تو نہیں ہے۔

جواب :- بہر حال گناہ سے محفوظ رہا جب سے قصد ترک کیا بہتر ہو کہ بغیر ترک گناہ کا ہوا
فقط دامت تعالیٰ اعظم بندہ رشید احمد گنگوہی رضی عنہ

سوال۔ جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو، شریک
 ہونا جائز ہے یا نہیں۔ (مرسلہ میر محبوب علی صاحب دہلی مدنیہ کلان)

جواب کس کس اور مطہ میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساغر اس اور مولود و بخت نہیں

سوال۔ عمر میں مشرہ و غیرہ کے رد و شہادت کا بیان کرنا صحیح اشعار پر دایت صحیح بعض ضعیفہ میں و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچن کو پلانا دایت ہے یا نہیں۔

جواب۔ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہا السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ و بائیں و کثرت

[illegible]

کتاب کلمۃ الہادی کاسرورق (ٹائٹل)



ادارۃ اشاعت العیسویہ